جامعہ دارالعلوم کراچی
کا ترجمان
ماہنامہ
البلاغ
صفر المظفر ۱۴۳۹ھ / نومبر ۲۰۱۷ء
بانی
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

# ترتیب

## ذکر و فکر



## آسان ترجمۂ قرآن



## مقالاتُ ومضامین



## آپ کا سوال



## جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز



## نقد وتبصرہ



فی شمارہ ........ ۳۵/- روپے
سالانہ زرِتعاون ........ ۴۰۰/- روپے
بذریعہ رجسٹری ........ ۵۵۰/- روپے

**سالانہ زر تعاون**
**بیرون ممالک**

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک ........ ۳۵ ڈالر
سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب امارات ........ ۲۷ ڈالر
ایران، بنگلہ دیش ........ ۲۵ ڈالر

**خط و کتابت کا پتہ**

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر: 021-35123222
021-35123434

**بینک اکاونٹ نمبر**

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
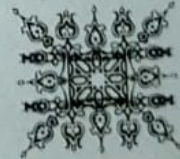
Email Address:
monthlyalbalagh@gmail.com
www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر: محمد تقی عثمانی
پرنٹر: القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

# "المدونة الجامعة" کی اشاعت
# علماء اور محققین کے لئے ایک پرمسرت واقعہ

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

بسم الله الرحمن الرحيم

**الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وأصحابه أجمعين**

جامعہ دارالعلوم کراچی میں تدوین احادیث کا جو اہم کام پچھلے پندرہ سال سے جاری تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پچھلے مہینے اس کا ایک اہم مرحلہ مکمل ہوکر "المدونة الجامعة للأحاديث المروية عن النبي الكريم صلى الله عليه وسلم" کے نام سے پہلی جلد کی شکل میں شائع ہوگیا ہے۔ اب تک دارالعلوم میں یہ کام الحمدللہ تعالیٰ خاموشی کے ساتھ کسی تشہیر کے بغیر جاری تھا، اور اس کا کوئی تعارف بھی شائع نہیں کیا گیا تھا۔ اب جبکہ اس کی پہلی جلد بفضلہٖ تعالیٰ منظر عام پر آ گئی ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس خوشی کے موقع پر اہل علم کے سامنے اس منصوبے کا مختصر تعارف پیش کردیا جائے۔ اس لئے ذیل میں اس کا پورا پس منظر اور اس کی تفصیل پیش خدمت ہے:

اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس امت نے رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی احادیث کی

جو خدمت کی ہے، اس کی کوئی نظیر کسی بھی مذہب وملت میں موجود نہیں ہے۔ احادیث کے سینکڑوں مجموعے مختلف انداز واسلوب سے تیار کیئے گئے ہیں، جن میں سے ہر ایک افادیت کا حامل ہے۔ پھر احادیث کو ان مجموعوں میں تلاش کرنے کے لئے بھی ہر دور میں بڑی عظیم الشان خدمتیں انجام دی گئی ہیں جن کی تفصیل اہل علم کو معلوم ہے۔ اور اب کمپیوٹر کے دور میں احادیث کو تلاش کرنے کے لئے بھی مختلف پروگرام وضع کیئے گئے ہیں جن کی اہمیت نا قابل انکار ہے۔ لیکن حدیث پاک کی خدمت ایک ایسا موضوع ہے جس میں نئے نئے گوشے اب بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔

تقریباً پندرہ سال پہلے میرے ایک دوست نے (جو اپنا نام بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتے) میرے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ کسی طرح تمام احادیث پر ایسے نمبر پڑ جائیں جو عالمی طور پر مسلم ہوں۔ اس وقت اگر کسی حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے، تو جس کتاب میں وہ مروی ہے، اس کے یا تو صفحات نمبر کا حوالہ دیا جاتا ہے، یا جن احادیث پر نمبر ڈالے گئے ہیں، اس کتاب کے لحاظ سے اس کا نمبر ذکر کیا جاتا ہے، لیکن نسخوں کے اختلاف سے بکثرت ان میں تبدیلی پیدا ہوتی رہتی ہے، اس لئے وہ حوالہ بسا اوقات حدیث نکالنے کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ پھر احادیث کی تخریج کے وقت بہت سی کتابوں کا ذکر کرنا ہوتا ہے، پھر بھی بعض کتابوں کی روایت چھوٹ جاتی ہے۔ تجویز یہ تھی کہ بلاتشبیہ جس طرح قرآن کریم کی آیات کا حوالہ دینے کے لئے سورت نمبر اور آیت نمبر کا حوالہ دیدینا کافی ہوتا ہے، اور یہ نمبر نسخوں کے اختلاف سے بدلتا نہیں ہے، اسی طرح کسی حدیث کا حوالہ دینے کے لئے صرف حدیث نمبر کا ذکر دینے سے اس حدیث کی تمام تفصیلات یکجا دستیاب ہو جائیں۔

مجھے ذاتی طور پر یہ تجویز پسند آئی، لیکن ظاہر ہے کہ اس پر عمل کے لئے ضروری تھا کہ احادیث کا ایک نیا مجموعہ تیار کیا جائے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب تمام احادیث کا استقصاء کر کے احادیث پر عالمی نمبر ڈالے جائیں۔ اب تک احادیث کے جتنے مجموعے تیار ہوئے ہیں، ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس میں احادیث کی تمام روایتوں کا استقصاء کیا گیا ہے، اس لئے اس کام کی اہمیت کے ساتھ اس کا حجم اور اس کے متعلق مسائل اتنے زیادہ تھے کہ اس کے تمام پہلوؤں پر علماء کی کسی مجلس میں غور کرنا ضروری تھا۔ اس لئے جن صاحب نے یہ تجویز پیش کی تھی، انہوں نے چاہا کہ اس

موضوع پر ان علماء کی ایک مجلس منعقد کی جائے جو علم حدیث اور فہارس کے کام کا تجربہ رکھتے ہیں، چنانچہ انہوں نے ۵ اور ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو مکہ مکرمہ میں ایک اجتماع منعقد کیا جس میں راقم الحروف اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے علاوہ حضرت مولانا ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی صاحب، شیخ یوسف قرضاوی صاحب، ڈاکٹر عبدالملک بن بکر القاضی (صاحب دیوان السنن والآثار)، شیخ محمود الطحان، ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ اور شیخ نظام یعقوبی نے شرکت کی۔ سب نے اس تجویز کو پسند کر کے اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ اجتماع کے دوران کام کے مختلف طریقوں پر گفتگو ہوئی، متعدد تجویزیں سامنے آئیں۔ آخر کار ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی صاحب کی تجویز پر یہ طے ہوا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر دارالعلوم کراچی میں بندہ کی نگرانی میں سادگی سے شروع کر دیا جائے۔

اس طرح دارالعلوم کراچی میں ایک مستقل شعبہ "موسوعة الحديث" کے نام سے قائم کیا گیا، اور اس کے منہج عمل کو طے کر کے مولانا نعیم اشرف صاحب کو اس شعبے کا ناظم مقرر کیا گیا۔ دارالعلوم ہی کے قابل فضلاء پر مشتمل ایک مختصر جماعت تشکیل دی گئی، اور اس نے پندرہ سال پہلے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر محدود وسائل کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ شروع میں مختلف تجربات کے بعد یہ طے کیا گیا کہ اس مدوّنہ میں حدیث کی تمام دستیاب کتب کا احاطہ کیا جائے، تاکہ تمام دستیاب احادیث اور ان کے مختلف طرق کو یکجا کر کے احادیث پر نمبر لگائے جا سکیں۔ چنانچہ کام کا منہج یہ مقرر کیا گیا کہ حدیث کی اسّی (۸۰) کتابوں سے تو ان کی تمام احادیث سند اور متن کے ساتھ لی جائیں، اور ان کے تمام طرق کو بھی ذکر کیا جائے، کیونکہ یہ اسّی کتابیں وہ ہیں جن کا حوالہ بکثرت آتا ہے، اور احادیث کا بیشتر ذخیرہ انہی کتابوں میں موجود ہے اور ان کے مؤلفین نے اپنی سند سے احادیث کو ذکر کیا ہے۔ ان اسّی کتابوں کے علاوہ بھی بہت سی کتب حدیث ہیں جن کے مؤلفین اپنی سند سے احادیث ذکر کرتے ہیں (ایسی کتب حدیث کی تعداد اب تک سات سو انیس ۷۱۹ تک پہنچ چکی ہے) ان کا بھی بالاستیعاب تصفح کیا جائے، اور ان کتب میں سے صرف وہ احادیث (افراد) منتخب کی جائیں جو مذکورہ بالا اسّی کتابوں میں موجود نہ ہوں۔ دونوں صورتوں میں مختلف طرق کے متن میں اگر کوئی اہم اختلاف ہو، تو اسے بھی ذکر کیا جائے۔ اور ان کی اسنادی حیثیت کے بارے میں اگر متقدمین کی رائے دستیاب ہو تو اسے بھی بیان کیا جائے۔

مذکورہ سات سو ننانوے (۷۹۹) کتابوں کے مطبوعہ اور مخطوطہ نسخوں کی مراجعت کی گئی، بہت سی احادیث ایسی بھی ملیں جو ان کتابوں کے دستیاب نسخوں میں موجود نہیں ہیں، لیکن کتب تخریج، شروح حدیث یا تفسیر وغیرہ کی کتابوں میں وہ ان میں سے کسی کتاب کے حوالے سے منقول ہیں، اس لئے ایسی احادیث کو شامل کرنے کے لئے کتب تخریج، شروح حدیث یا تفسیر وغیرہ کا بھی فی الجملہ جائزہ لیا گیا، ایسی کتابوں کی تعداد ایک سو گیارہ (۱۱۱) ہے۔ اس طرح تمام وہ مصادر جن سے احادیث لی گئی ہیں، ان کی مجموعی تعداد اس وقت تک نو سو دس (۹۱۰) ہے۔

اس پر غور کیا گیا کہ کتاب کو احادیث کے حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا جائے، یا ابواب کی ترتیب پر۔ پھر یہ طے پایا کہ احادیث، اور خاص طور پر فعلی احادیث کے مختلف طرق کے متن چونکہ مختلف ہوتے ہیں، اس لئے حروف تہجی کی ترتیب مفید نہیں ہوگی۔ چنانچہ کتاب کو ابواب ہی کی ترتیب پر مرتب کیا جارہا ہے، البتہ ابواب کے عنوانات قائم کرنے میں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ ان پر کسی خاص فقہی یا کلامی مکتب فکر کی چھاپ نہ ہو۔ اور طریق کار یہ ہے کہ ہر باب کے تحت احادیث کے ایسے طریق کو "حدیث مختار" قرار دیا جاتا ہے جو سند کے اعتبار سے دوسرے طرق سے زیادہ قوی ہو، اور اسے پوری سند کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ حدیث اگر کسی طریق میں سب سے زیادہ جامع سیاق میں آئی ہو، اس کو "الطريق الأجمع" کے عنوان سے سند کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جس سے بسا اوقات اس حدیث کا پورا پس منظر سامنے آجاتا ہے۔ پھر جس صحابی سے وہ حدیث مروی ہے، اس کی روایات کے تمام طرق جس جس حدیث کی کتاب میں آئے ہوں، ان سب کو ذکر کیا جاتا ہے، اور اگر ان میں الفاظ کا کوئی اہم اختلاف ہو تو اسے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ پھر "حدیث مختار" کو ایک عالمی نمبر دیدیا جاتا ہے۔ پھر بسا اوقات ایک ہی حدیث کا متن ایک سے زیادہ صحابۂ کرامؓ سے مروی ہوتا ہے، تو ان تمام صحابۂ کرام کی احادیث کو "شاہد" کے طور پر ذکر کر کے ان کو ایک فرعی نمبر دیدیا جاتا ہے۔ مثلاً کتاب کو حدیث "إنما الأعمال بالنيات" سے شروع کیا گیا ہے۔ اس حدیث کا سب سے صحیح طریق وہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے۔ چنانچہ اسے "حدیث مختار" قرار دے کر اسے سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، پھر اس کے جتنے طرق صحیح بخاری ہی میں دوسری جگہ یا حدیث کی

دوسری کتابوں میں مروی ہیں، انہیں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔اس طرح اس حدیث کے مختلف طرق کتابوں سے ذکر کئے گئے ہیں۔اور اس حدیث اور اس کے تمام طرق کو نمبر ایک دیا گیا ہے۔ پھر یہی حدیث امام ابونعیمؒ کی حلیۃ الأولیاء میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے، اسے ایک فرعی نمبر دیکر 1/1 قرار دیا گیا ہے، پھر یہی حدیث طبرانیؒ کی معجم کبیر میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اسے 2/1 نمبر دیا گیا ہے۔یہی حدیث ابن عساکرؒ کی تاریخ دمشق میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے، اسے 3/1 نمبر دیا گیا۔ حاکمؒ کی تاریخ نیشاپور میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اسے 4/1 نمبر دیا گیا، محمد بن یاسر الجیانیؒ نے یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، اسے 5/1 نمبر دیا گیا۔تاریخ حاکمؒ میں یہ حدیث حضرت ہزال بن یزید اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اسے 6/1 نمبر دیا گیا۔ابن بکارؒ کی "أخبار المدینۃ "میں یہ محمد بن ابراہیم بن حارثؒ سے مرسلاً مروی ہے، اسکا نمبر 7/1 قرار دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث جتنے دستیاب مصادر میں جہاں کہیں مروی ہے، اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔اب اس حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے حدیث نمبر ایک کہدینا کافی ہے، اور اس مدوّنہ میں پہلے نمبر پر وہ اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ یکجا دستیاب ہوجائیگی۔

مجوزہ خاکہ کے مطابق جب اس کام کا ابتدائی حصہ تیار ہوا تو مناسب سمجھا گیا کہ اس کام کو مذکورہ بالا علماء کی مشاورتی کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے لہذا اس مقصد کیلئے مولانا نعیم اشرف صاحب نے تیار شدہ کام کو اس کمیٹی کے اراکین کی خدمت میں پیش کیا جس کو ان حضرات نے پسند و منظور کیا۔البتہ اس موقعہ پر ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی صاحب نے یہ مفید مشورہ دیا کہ اس سارے کام کو ابھی سے کمپیوٹرائزڈ کردیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے اس لحاظ سے بہت وقیع محسوس ہوئی کہ اس سے نہ صرف کام کے دوران مدد ملے گی بلکہ تکمیل کے بعد مختلف پلیٹ فارمز پر اس کی اشاعت آسان ہوجائے گی۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی اس تجویز پر عمل درآمد شروع کردیا گیا اور مولانا نعیم اشرف صاحب نے

احادیث کی ڈیٹا انٹری کے لئے ایک جامع کمپیوٹر سافٹ ویئر کا خاکہ تیار کیا جس کے ذریعہ اس منصوبے کے تمام مقاصد کو عمدہ طریقہ سے حاصل کیا جا سکے جن میں ڈیٹا بیس کی تیاری اور کتابی شکل میں اور مستقبل میں انٹرنیٹ پر اشاعت بھی شامل تھی۔

الحمد للہ دینی جذبہ سے سرشار بعض کمپیوٹر پروگرامرز نے (جن میں ماس آئی ٹی کے جناب محمد علی صاحب اور جناب محمد یاسر جسیم صاحب -اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطاء فرمائیں- سرفہرست ہیں) مولانا نعیم اشرف صاحب کے تیار کردہ خاکے اور ہدایات کے مطابق ایک جامع کمپیوٹر سافٹ ویئر تیار کر دیا جس کی مدد سے اب یہ عظیم الشان کام انجام دیا جا رہا ہے۔

الحمد للہ تعالیٰ اب تک مختلف ابواب کے تحت جن احادیث پر کام مکمل ہوا ہے، ان کی تعداد سترہ ہزار دو سو بانوے (١٧,٢٩٢) ہے، جن میں سترہ ہزار چار سو باون (١٧,٤٥٢) شواہد ہیں، اور ان کے مختلف طرق جن کا ذکر کیا گیا ہے ان کی مجموعی تعداد تین لاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سو پینتیس (٣,٣٨,٨٣٥) ہے۔

اس کے بعد کام مسلسل جاری ہے، احادیث اور طرق کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن فی الحال کام کی پہلی جلد جو پوری "کتاب الایمان" پر مشتمل ہے جس میں موجود احادیث کی تعداد چار سو پینتالیس (٤٤٥) جبکہ شواہد کی تعداد پانچ سو سات (٥٠٧) اور طرق کی مجموعی تعداد نو ہزار دو سو چھیاسی (٩,٢٨٦) ہے، بیروت کے نشری ادارے "دار القلم" کے تعاون سے طباعت کے اعلیٰ معیار پر شائع کر دی گئی ہے، اور اب ان شاء اللہ دوسری جلدیں بھی ممکنہ تیز رفتاری سے شائع ہونے کی امید ہے۔ جن باحثین اور محققین نے مولانا نعیم اشرف صاحب کے زیر قیادت یہ خدمت انجام دی ہے، وہ سب دار العلوم کراچی کے فضلاء ہیں، اور ان کے نام یہ ہیں:

مولانا مکرم حسین اختر، مولانا محمد عباس دیروی، مولانا عبد الرحمٰن اویس مرغزی، مولانا محمود حسن کملائی، مولانا عنایت الرحمٰن وحید، مولانا عبد الرحمٰن حمیدی، مولانا عبد العزیز سندھی، مولانا محمد تیمور مرغزی، مولانا عبید اللہ انور ملتانی، اور مولانا محمد طیب حسینی۔

ان حضرات نے جس لگن، عرق ریزی اور قناعت کے ساتھ یہ کام کیا ہے، اس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں، اور اگلے کام

کے لئے توفیق مزید سے نوازیں، آمین۔

راقم الحروف نے کام کی ایک ایک حدیث اور ایک ایک طریق کی مراجعت کی ہے، اور مشورے دیئے ہیں، اور اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے یہ کام جو بڑی بڑی اکیڈمیوں کا کام تھا، سادگی کے ساتھ انجام پار ہا ہے۔ قارئین سے اس دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے صدق واخلاص کے ساتھ بعافیت پایۂ تکمیل تک پہنچائیں، کیونکہ اب بھی جو کام باقی ہے، اس کا حجم بہت بڑا ہے، اور اندازہ یہ ہے کہ کام کی تکمیل کم از کم چالیس جلدوں تک جائے گی، اور ہوسکتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ۔ اس وقت پہلی جلد شائع کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بہر حال یہ ایک بشری کوشش ہے، اور اس میں فرو گزاشتیں بھی ہوسکتی ہیں، اہل علم اور خاص طور پر علم حدیث سے مناسبت رکھنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس کوشش کا جائزہ لیکر اگر کوئی مفید مشورے ذہن میں آئیں، تو ان سے مطلع فرمائیں۔ فی الحال بیروت سے بہت محدود تعداد میں نسخے ہوائی جہاز کے ذریعے پہنچے ہیں، اور باقی بحری جہاز سے منگوائے جارہے ہیں جن کے پہنچنے میں ایک دو مہینے لگ سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس متواضع کوشش میں برکت عطا فرما کر اسے حدیث پاک کی خدمت کا ایک اہم سنگ میل بنادیں، اور یہ آنے والی نسلوں کے لئے حدیث کے جامع ترین مرجع کی حیثیت اختیار کرلے۔ آمین ثم آمین۔

محمد تقی عثمانی

۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

☆☆☆

## مجھے دنیا سے کیا کام؟

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ فَقَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَکَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا. رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ

ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار چٹائی پر سو رہے، جب آپ اُٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے تھے۔ یہ دیکھ کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت ہو تو ہم آپ کے لئے ایک بچھونا تیار کرلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا کام، میری اور دنیا کی مثال بس اس مسافر سوار کی سی ہے جو درخت کے سایہ کے نیچے ذرا سی دیر بیٹھے پھر اس کو چھوڑ کر چل دے۔

---

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

# توضیح القرآن

## آسان ترجمۂ قرآن

| ایاتھا ۱۲۰ ...... | سورۃ المائدۃ | ...... رکوعاتھا ۱۶ ...... |
|---|---|---|

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ

اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ نے اس میں جو کچھ نازل کیا ہے، اس کے مطابق فیصلہ کریں، اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ فاسق ہیں (۴۷) اور (اے رسول محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم پر بھی حق پر مشتمل کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے، اور جو حق بات تمہارے پاس آگئی ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔ تم میں سے ہر ایک (اُمت) کے لئے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے(۱)۔

(۱) یہودی اور عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے سے جو انکار کرتے تھے اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اسلام میں عبادت کے طریقے اور بعض دوسرے اَحکام حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی شریعت سے مختلف تھے، اور ان لوگوں کو ان نئے اَحکام پر عمل کرنا بھاری معلوم ہوتا تھا۔ اس آیت نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت مختلف پیغمبروں کو الگ الگ شریعتیں عطا فرمائی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ تو ہے ہی کہ ہر زمانے کے تقاضے الگ =

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ

---

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک اُمت بنا دیتا، لیکن (الگ شریعتیں اس لئے دِیں) تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ لہٰذا نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اُس وقت وہ تمہیں وہ باتیں بتائے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے (۴۸) اور (ہم حکم دیتے ہیں) کہ تم ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے (۱)

---

=ہوتے ہیں لیکن ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ عبادت کا کوئی ایک طریقہ یا کوئی ایک قانون اپنی ذات میں کوئی تقدس نہیں رکھتا، اس میں جو کچھ تقدس پیدا ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا جس زمانے میں اللہ تعالیٰ جو حکم دے دیں وہی اس زمانے میں تقدس کا حامل ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ ایک طریقے کے عادی ہو جاتے ہیں، وہ اسی کو ذاتی طور پر مقدس سمجھ بیٹھتے ہیں، اور جب کوئی نیا پیغمبر نئی شریعت لے کر آتا ہے تو ان کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ پرانے طریقے کو ذاتی طور پر مقدس سمجھ کر نئے طریقے کا انکار کر بیٹھتے ہیں یا اللہ کے حکم کو اصل تقدس کا حامل سمجھ کر نئے حکم کو دِل و جان سے تسلیم کرتے ہیں۔ آگے جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''لیکن (تمہیں الگ شریعتیں اس لئے دِیں) تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے'' اس کا یہی مطلب ہے۔

(۱) یہ حکم اس صورت میں ہے جب غیر مسلم لوگ اسلامی حکومت کے باقاعدہ شہری بن جائیں جن کو فقہی اِصطلاح میں ''ذمی'' کہا جاتا ہے، یا اس صورت میں جب وہ اپنی رضامندی سے اپنا فیصلہ مسلمان قاضی سے کروانا چاہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان قاضی عام ملکی قوانین میں فیصلہ اسلامی شریعت کے مطابق کرے گا۔ البتہ ان کے خالص مذہبی معاملات مثلاً عبادات، نکاح، طلاق اور وراثت میں انہیں اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ مگر یہ فیصلہ انہی کے افراد کریں گے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، اور ان کی اس بات سے بچ کر رہو کہ وہ تمہیں فتنے میں ڈال کر کسی ایسے حکم سے ہٹادیں جو اللہ نے تم پر نازل کیا ہو۔ اس پر اگر وہ منہ موڑیں تو جان رکھو کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے (۱)۔ اور ان لوگوں میں سے بہت سے فاسق ہیں (۴۹) بھلا کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ یقین رکھتے ہوں ان کے لئے اللہ سے اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ (۵۰)

(۱) ''بعض گناہ'' اس لئے فرمایا کہ تمام گناہوں کی سزا تو آخرت میں ملنی ہے۔ البتہ اللہ اور رسول کے فیصلے سے منہ موڑنے کی سزا ان کو دُنیا میں بھی ملنے والی ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ان کی عہد شکنی اور سازشوں کے نتیجے میں ان کو جلاوطنی اور قتل کی سزائیں دنیا ہی میں مل گئیں۔

## قطعِ تعلّق

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ مؤمن کو تین دن تک چھوڑے رکھے، جب تین دن گزر جائیں تو اسے چاہیئے کہ وہ اس سے ملے اور سلام کرے، اگر (دوسرے نے) سلام کا جواب دے دیا۔ تو دونوں شریک اجر و ثواب ہوں گے اور اگر سلام کا جواب نہ دیا تو سلام کرنیوالا بری الذمہ ہوگیا۔ اس پر قطع تعلق کا گناہ نہیں رہا ——— بخاری و مسلم

چند درسی مطبوعات
خوشخبری
مکتبۃ الاسلام کراچی سے شائع ہونے والی درج ذیل چند درسی مطبوعات جو عام فہم اسلوب، آسان طرز اور ضروری مباحث پر مشتمل ہونے کی بناء پر متعلقہ درجہ کے طلباء کے لئے انتہائی مفید ہیں اور کتاب کے حل کے لئے کافی ہیں۔
1
تقریب النووی کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف کھروی صاحب مدظلہم
2
مقدمہ مشکوٰۃ کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف کھروی صاحب مدظلہم
3
مشکوٰۃ المصابیح
کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف کھروی صاحب مدظلہم
4
شرح نخبۃ الفکر
کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف کھروی صاحب مدظلہم
5
آسان فلکیات
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
پیش لفظ
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف کھروی صاحب مدظلہم
تالیف: مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب
6
عصر حاضر کے جدید اسلوب پر جامع ترین شرح
دروس مقامات
پیش لفظ
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف کھروی صاحب مدظلہم
تالیف
مولانا صادق الامین عزیزی صاحب
ناشر
مکتبۃ الاسلام کراچی
الٰہی فلور ملز، کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی
موبائل: 0300-8245793
ای میل: Shahidflour68@gmail.com

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

# یادیں

## (پہلی قسط)

اپنے آپ کو مسلک کے اعتبار سے دیوبندی کہتے اور لکھتے ہوئے تو مجھے اس لئے تأمل ہوتا ہے کہ اس سے فرقہ واریت کی بو آتی ہے، اور بعض لوگ دیوبندی مسلک کے لفظ سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ دیوبندی کوئی مذہبی فرقہ ہے جس نے امت کی اکثریت سے ہٹ کر کوئی الگ راستہ نکالا ہے حالانکہ دارالعلوم دیوبند کے مکتب فکر سے وابستہ علماء اپنے اعتقاد اور عمل میں قرآن کریم اور سنت نبوی علی صاحبہا السلام کی ٹھیک اُسی معتدل تعبیر کے قائل ہیں جو چودہ سوسال سے امت میں متوارث چلی آتی ہے، انہوں نے کسی نئے فرقے کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ جمہور امت جن عقائد کے قائل اور جن اعمال پر کاربند چلے آتے تھے علماء دیوبند ٹھیک انہی عقائد و اعمال کے پابند ہیں، البتہ اگر کبھی اُن پر کوئی گرد وغبار آتا دیکھا، تو اُسے حکمت اور استقامت سے ہٹانے کی کوشش انہوں نے ضرور کی ہے، جس کے نتیجے میں بعض ان سے عناد رکھنے والوں نے یہ تأثر دیا ہے کہ وہ ایک الگ فرقہ ہیں۔ اس موضوع پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج" بہترین کتاب ہے، اور اس کے مقدمے میں میں نے اس پہلو کو مزید واضح کیا ہے لیکن اس وقت کہنا یہ تھا کہ حضرات علماء دیوبند کو دینی معاملات میں اپنا آئیڈیل سمجھنے کے باوجود مجھے یہ کہنے میں تو تأمل ہوتا ہے کہ میں مسلک کے اعتبار سے "دیوبندی" ہوں کیونکہ اس سے فرقہ واریت کی بو آتی ہے، لیکن میں پیدائشی طور پر دیوبندی ضرور ہوں اور مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ سعادت ضرور حاصل ہے کہ میری پیدائش اُس قصبے میں ہوئی جہاں دارالعلوم دیوبند نے علم وفضل، عزیمت واستقامت اور عظمتِ کردار کے وہ پہاڑ پیدا کئے جن کی نظیریں اس آخری دور میں ملنی مشکل ہیں۔

دیوبند میں ہمارے آباء واجداد "میاں جی" کے لقب سے مشہور تھے۔ "میاں جی" اس دور

میں ایک لقب تھا جس کے بارے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قصبات و دیہات میں پھیلے ہوئے عام مکاتب جن میں قرآن کریم کی تعلیم کے بعد اردو، فارسی، حساب ریاضی کی تعلیم کا عام رواج تھا جو آجکل مڈل اسکول کی تعلیم سے زیادہ معیاری تعلیم تھی، اس کے اساتذہ ''میاں جی'' کے لقب سے مشہور ہوتے تھے جو دینی تعلیم کے ساتھ عملی تقدس کے حامل ہوں، جیسے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے شیخ میاں جی نور محمد صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) بھی لوہاری میں معروف ہوئے، اور میاں جی منے شاہ صاحبؒ دیوبند میں صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں''۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''مجھے اپنے خاندان کا کوئی موثق اور باسند نسب نامہ ہاتھ نہیں آیا، مگر شریعت نے ان معاملات میں سند متصل ہونے کی شرط نہیں رکھی، بلکہ بڑے بوڑھوں کی زبان پر عام شہرت کو کافی سمجھا ہے۔ میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے بتواتر یہ بات سنی ہے کہ ہمارا خاندان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہے''(١)۔

میری پیدائش ۵ر شوال ١٣٦٢ھ کو ہوئی۔ اپنی پیدائش کی یہی تاریخ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی بیاض میں لکھی ہوئی دیکھی تھی۔ چونکہ اُس ماحول میں تاریخوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ہجری سالوں اور مہینوں ہی کا حساب رکھا جاتا تھا اس لئے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ساتھ شمسی تاریخ نہیں لکھی تھی لیکن بعد میں مختلف تقویموں کے ذریعے حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ وہ اکتوبر ١٩٤٣ء کی تیسری تاریخ تھی۔ اور یہ واقعہ بھی میں نے اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بہن بھائیوں سے سنا کہ جس دن میں پیدا ہوا، اُسی دن جس بستر پر مجھے لٹایا گیا تھا، اُس پر چھت سے ایک سانپ آکر گر گیا تھا، اور اگر اُسے کسی طرح بستر سے ہٹا کر مار نہ دیا گیا ہوتا، تو شاید یہ دنیا میری برائیوں سے محفوظ ہو جاتی۔

بہرحال! مجھے اپنی عمر کے صرف چار سال سات مہینے (اکتوبر ١٩٤٣ء سے مئی ١٩٤٨ء تک) دیوبند کے قصبے میں گذارنے کا موقع ملا اور وہاں بچپن کا صرف وہ وقت میں نے گذارا جس میں بچے

١۔ ہمارے نسب کی یہ تفصیلات حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کی کتاب ''میرے والد ماجد'' میں درج ہیں۔

کو اپنے کھیل کود کی دنیا سے باہر کسی چیز کا شعور نہیں ہوتا اور بعد میں جب بڑا ہو جاتا ہے، تو اس دور کی باتیں بھول بیٹھتا ہے۔ لیکن مجھے اس بچپن کے دیوبند کی بہت سی باتیں اس طرح یاد ہیں جیسے میں آج انہیں دیکھ رہا ہوں۔

یہ وہ وقت تھا جب دیوبند کے گھروں میں نہ بجلی تھی، نہ پنکھا، نہ بہتے ہوئے پانی کے نل، نہ تیل نہ گیس کے چولھے۔ بجلی کے قمقموں کی جگہ یا تو موم بتی کے چراغ تھے، یا لالٹینیں۔ نلوں کی جگہ پانی کا ذخیرہ مٹی کے مٹکوں یا پیتل کے گھڑوں میں رکھا جاتا تھا، جنہیں بھرنے کے لئے اکثر کسی ماشکی کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں جو چمڑے کی بڑی سی مشک کمر پر لاد کر گھر گھر پانی پہنچایا کرتا تھا۔ کوئی فیشن ایبل اور خوشحال علاقہ ہوتا، تو اس میں بورنگ کرکے ایک مشترک لوہے کا نلکا لگا دیا جاتا تھا جس کے ہینڈل کو زور زور سے اوپر نیچے کرکے کسی بالٹی یا لوٹے میں پانی بھرا جاسکتا تھا۔ پانی مہیا کرنے کے علاوہ اس کا ایک فائدہ یہ تھا کہ ہاتھوں کی، بلکہ پورے جسم کی ورزش ہوجایا کرتی تھی۔ چونکہ میری عمر ایسی ورزش کی متحمل نہیں تھی، اس لئے دوسروں کو اس کے ہینڈل سے جھولتے ہوئے دیکھ کر ہی خوش ہولیتا تھا۔ گھروں میں پینے کے لئے صراحیاں ہوتی تھیں، جو لُو کے تھپیڑے کھا کر خوب ٹھنڈی ہوجایا کرتی تھیں۔ بجلی کے پنکھوں کی جگہ ہاتھ کے پنکھے ہوتے تھے، جو آج بھی جب بجلی چلی جاتی ہے، تو بے طرح یاد آتے ہیں۔

مئی جون کے موسم میں جب گرمی کی تپش در و دیوار سے پھوٹتی، تو لکھوری اینٹوں سے بنے ہوئے صحن میں کوئی سقاء (جسے بہشتی اور ماشکی بھی کہا جاتا تھا) اپنی مشک سے فرش پر پانی کا چھڑکاؤ کر جاتا تھا اور جب فضا میں رُکی ہوئی ہوا کو ہاتھ کے پنکھوں سے منہ کی طرف درآمد کیا جاتا، تو گیلے فرش سے سوندھی سوندھی خوشبو اٹھا کرتی تھی اور اُس سے ممکنہ ٹھنڈک حاصل کرنے کا کام بھی نکل جاتا تھا۔ اسی موسم میں جب میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ایک بانوں سے بنی ہوئی چارپائی پر صحن میں لیٹتا تو میرے اور تاروں بھرے آسمان کے درمیان گیس، پٹرول اور ڈیزل کا کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا تھا اور نہ فضا میں پھیلی ہوئی کسی روشنی سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا ستارا ماند پڑتا تھا۔ جگمگ کرتے ستاروں کے درمیان کہکشاں کے جال اور اُس سے پھوٹتی ہوئی سفیدی کو میں دیر تک تکتا رہتا اور ہم بچے یہ سمجھتے تھے کہ یہ آسمانی سڑک ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کیلئے بنائی ہے۔ اسی آسمانی سڑک پر فرشتوں کی آمد و رفت کا تصور کرتے کرتے

مجھے نیند آجاتی تھی۔

دل چاہ رہا ہے کہ اپنی ان یادوں کو بچپن کے اُس دور کے کچھ متفرق واقعات سے شروع کروں، لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ میں اُس وقت کے اپنے گھر کے افراد کا مختصر تذکرہ کردوں:

مجھے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ میری پہچان اُن کے واسطے سے ہوتی ہے نہ کہ اُن کی پہچان میرے واسطے سے[1]، میں جو کچھ بھی ہوں، انہی کی نسبت سے ہوں۔ اگر کوئی اچھائی اللہ کی توفیق سے ملی ہے، تو انہی کے واسطے اور فیض سے، اور اگر کوئی برائی آئی ہے، تو وہ ان کی صحبت سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے ہے، غرض جو کچھ ہوں، انہی کا ہوں:

اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زارِ توام
وگر کشادہ جبینم، گلِ بہارِ توام

لہٰذا میری اس سرگزشت میں ان کا تذکرہ ان شاء اللہ تعالیٰ بار بار آئے گا۔

میں نے جب سے آنکھ کھولی حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو دو کاموں میں مشغول دیکھا۔ وہ اُس وقت اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے مفتیٔ اعظم کے عہدے اور تدریس سے مستعفی ہوچکے تھے لیکن ایک تو بہت سے طالب علم جو خاص طور پر انہی سے شاگردی کا شرف حاصل کرنا چاہتے تھے اُن سے خصوصی درخواست کرکے اُن سے ہمارے گھر پر آکر پڑھا کرتے تھے۔ یہ وہ چیز تھی جسے آج کوچنگ یا ٹیوشن کہا جاتا ہے، لیکن بڑا فرق یہ ہے کہ آج کوچنگ اور ٹیوشن، پڑھانے والوں کے لئے آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہوتے ہیں، لیکن دینی مدارس میں استاذ شاگرد کا رشتہ ایسا بے لوث ہوتا ہے کہ جس طالب علم کے لئے باقاعدہ درس گاہ میں پڑھنا کافی نہ ہوتا ہو، اسے استاذ الگ سے پڑھانے میں نہ صرف یہ کہ بخل سے کام نہیں لیتے، بلکہ پوری ذمہ داری کے ساتھ شاگرد کا حق ادا کرتے ہیں، اور اس پر طالب علم سے کوئی معاوضہ وصول کرنا

---

(۱) اور الحمد للہ! ان کا قدرے مفصل تذکرہ میں اپنی کتاب "میرے والد میرے شیخ" میں کرچکا ہوں اور ماہنامہ البلاغ کا مفتیٔ اعظم نمبر بھی میری ادارت میں شائع ہوچکا ہے، جس میں بہت سے مضامین کے علاوہ برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے قلم سے اُن کی مفصل سوانح بھی ہے جو بعد میں الگ کتابی صورت میں بھی شائع ہوچکی ہے۔ اسی میں ہمارے خاندان اور آباء واجداد کا تذکرہ بھی ہے۔

مدارس کے ماحول میں نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے، چاہے استاذ کی معاشی حالت کیسی ہی کمزور ہو۔ چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی جذبے کے ساتھ ان طلبہ کو ہمارے گھر یا مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔

ہمارے محلے کی مسجد کا نام تو آدینی مسجد ''تھا (۱) لیکن لوگ اُسے عام بول چال میں دینی مسجد کہتے تھے۔ شروع میں ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس کے متولی تھے (۲)، بعد میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس کے متولی بنے اور بعض اوقات اُس میں بھی درس دیا کرتے تھے۔

دوسرے جب وہ گھر میں ہوتے، تو اکثر اوقات اُنہیں کچھ نہ کچھ لکھتے ہوئے ہی پایا۔ یہاں تک کہ رات کو بھی گرمیوں میں جب ہمارے گھر کے صحن میں روشنی کیلئے سہ دری کے ایک دروازے میں ایک لالٹین لٹکادی جاتی تھی حضرت والد صاحبؒ اُسی لالٹین کی روشنی میں اکثر و بیشتر لکڑی کے قلم کو (جسے اُس وقت کِلک کا قلم کہا جاتا تھا) دوات میں ڈبو ڈبو کر کچھ نہ کچھ لکھتے نظر آتے تھے، کیونکہ فاؤنٹین پین کا رواج نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی بیٹھک کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ بنایا ہوا تھا جسے ہم حجرہ کہتے تھے۔ وہ ان کی عبادت گاہ تھی، جہاں سے ان کی تلاوت اور ذکر کی آواز آیا کرتی تھی۔

مجھے بچپن کے اُس دور میں حضرت والد ماجدؒ کے علمی اور عملی کمالات کا اندازہ تو کیا ہوتا؟ (صحیح معنی میں تو وہ اب بھی نہیں ہے،) لیکن اتنا ضرور تھا کہ اپنی چھوٹی سی کائنات میں وہی محبت و عقیدت کا سب سے بڑا مرکز تھے۔ اور وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ میرے تقریباً تمام بڑے بھائیوں نے ان کی محبت کے ساتھ اُن کی ڈانٹ ڈپٹ اور مار کا بھی مرہ چکھا تھا لیکن میرے حصے میں اُن کا صرف پیار ہی

---

(۱) آدینہ فارسی زبان میں جمعہ کو کہتے ہیں اور آدینی کا مطلب تھا وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہو۔

(۲) حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دارالعلوم دیوبند کے قیام سے ایک سال پہلے ۱۲۸۲ھ میں پیدا ہوئے تھے، اور اس طرح دارالعلوم دیوبند کے تقریباً ہم عمر تھے، اور ان کا یہ مقولہ میں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بارہا سنا کہ ہم نے دارالعلوم دیوبند کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب وہاں کے شیخ الحدیث سے لیکر چوکی دار تک ہر شخص صاحب نسبت ولی اللہ تھا۔ ہمارے یہ دادا قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے خاص مرید تھے، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم سبق۔ زندگی بھر دارالعلوم دیوبند میں فارسی اور ریاضی کے استاذ رہے، اور دیوبند کی کئی کئی نسلوں نے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ ان کے حالات حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالے ''میرے والد ماجد ''میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

پیار آیا تھا۔ایک مرتبہ میں (تقریباً بارہ سال کی عمر میں) اپنی والدہ مرحومہ کے ساتھ اپنے بڑے بھائی کے یہاں لاہور چلا گیا تھا۔اُس وقت انہوں نے بھائی جان کے نام اپنے خط میں لکھا تھا:

''محمد تقی سلمہ کے بغیر مجھے بھی دن کاٹنے مشکل ہورہے ہیں۔''

دیوبند کے زمانے میں اُن کا صرف ایک مرتبہ مدراس کا سفر مجھے یاد ہے جس میں ان کی جدائی میرے لئے انتہائی صبر آزما تھی اور اُس پر طرّہ یہ ہوا کہ جب وہ سفر سے واپس تشریف لائے ،تو میں نے ضد کرکے اپنے بھائیوں کو اس پر آمادہ کرلیا تھا کہ اُن کے استقبال کیلئے میں بھی اُن کے ساتھ ریلوے اسٹیشن جاؤں گا۔اس میں سب سے بڑا شوق تو حضرت والد صاحبؒ کے استقبال کا تھا لیکن اسٹیشن جانے میں دومزے اور بھی تھے۔ایک یہ کہ اسٹیشن جانے کیلئے تانگے (گھوڑا گاڑی) کی سواری لازمی تھی۔محلّے میں ایک ہندو تانگے والا پھگو کے نام سے مشہور تھا -ایسے مواقع پر اُس کی خدمات حاصل کرنے کیلئے تانگے کی پہلے سے بکنگ کرالی جاتی تھی، جو اُس موقع پر کرالی گئی تھی،اس تانگے کی سواری کا موقع ہمیں بہت کم ملتا تھا کیونکہ قریب کے فاصلے پیدل اور درمیانی قسم کے فاصلے اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ ڈولی (پالکی) میں طے ہوجایا کرتے تھے۔اتنی دور جانا شاذ ونادر ہوتا تھا جس کیلئے تانگے کی ضرورت ہو۔لہذا اسٹیشن جانے میں اس شاہانہ سواری کا مزہ بھی آنا تھا جس کا تصور بڑا دلفریب تھا۔دوسرے ریلوے اسٹیشن ہمارے لئے بذاتِ خود ایک اعلیٰ درجے کی تفریح گاہ سے کم نہ تھا جس سے لطف اندوز ہونے کے مواقع خال خال ہی میسر آتے تھے۔لہذا یہ ہمارے لئے کئی لحاظ سے ایک انتہائی پرلطف اور پرمسرت موقع تھا۔

لیکن عین وقت پر نہ جانے کس طرح میرا ہاتھ جل گیا اور اُس کی وجہ سے علاج معالجے کیلئے مجھے گھر ہی میں روک لیا گیا اور میں اسٹیشن جانے سے محروم رہا۔یہ محرومی میرے لئے کئی محرومیوں کا مجموعہ تھی اس لئے اُس کی حسرت آج بھی یاد ہے۔لیکن اُس کے بعد یہ پُر لطف منظر بھی بھلائے نہیں بھولتا کہ جونہی حضرت والد صاحبؒ گھر میں داخل ہوئے اُنہوں نے کسی اور طرف متوجہ ہونے کے بجائے سب سے پہلے مجھے پکارا اور آگے بڑھکر گود میں اُٹھالیا۔لالٹین کی روشنی میں اُن کی سیاہ گھنی داڑھی اور اُنکا خوشی اور محبت سے کِھلا ہوا چہرہ اِس وقت بھی میرے تصور کی نگاہوں میں اس طرح سامنے ہے جیسے میں ابھی ان کو دیکھ رہا ہوں۔

جاری ہے......

☆☆☆

نقل وترتیب: مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی

# مدارس دینیہ کے اساتذہ، طلبہ اور نصاب سے متعلق حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس اللہ سرہ مہتمم دار العلوم دیوبند کے نصیحت پر مبنی حکیمانہ کلمات

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ نے ۱۳۹۴ھ مطابق (۱۹۷۴ش) میں حضرت قدس سرّہ سے ''البلاغ'' کے لئے ذیل میں درج انٹرویو لیا تھا جو پہلی بار البلاغ کے شمارہ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ (مطابق نومبر ۱۹۹۴ء) میں طبع ہوا۔ اب قندِ مکرر کے طور پر ایک بار پھر اس کی اشاعت کی جارہی ہے، چوالیس سال گذرنے کے باوجود اس میں اساتذہ اور طلبہ کے لئے نصیحت کا بڑا سامان ہے، البتہ اس طباعت میں احقر نے حاشیہ میں بعض چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ یہ احقر کا اضافہ ہے

---------------احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ یکم محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

## (البلاغ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء کا پیش لفظ)

آج سے بیس سال قبل ۱۳۹۴ھ (مطابق ۱۹۷۴ء) میں جب احقر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم تھا، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ پاک تشریف لائے تو احقر کو بحمد اللہ ان کی خدمت میں حاضری اور محبت کی سعادت میسر آئی، اس موقع پر محترم ومکرم جناب قاری بشیر احمد صاحب[1]، دام مجدھم کے مکان پر (جو اس زمانہ میں پاک وہند کے بزرگوں

---

(۱) مدینہ منورہ کے باسی پاکستانی نژاد حضرت قاری بشیر احمد صاحب مدظلہم سابق استاذ جامعہ دار العلوم کراچی، طویل عرصے سے

کی اقامت گاہ تھی ) حضرت رحمہ اللہ سے مدارس عربیہ کی موجودہ صورتحال پر مجھے ایک انٹرویوٹیپ کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ، خیال تھا کہ اسے کاغذ پر منتقل کر کے "البلاغ" میں اشاعت کے لئے دوں گا مگر تقدیر خداوندی کہ یہ انٹرویو کاغذ پر منتقل نہ کیا جاسکا، اب بیس سال گزر جانے کے بعد یہ کیسٹ دوبارہ ہاتھ میں آئی اور اسے سننے کا موقعہ ملا تو اس کی اہمیت اور افادیت کا کچھ اندازہ ہوا۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ ، بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پوتے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجاز ہی نہیں بلکہ جملہ اکابرین دیوبند کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے مزاج اور مذاق کے امین بھی تھے ، اور تقریباً ساٹھ سال تک وہ دارالعلوم دیوبند جیسی نامور دینی درسگاہ کے مہتمم اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے ہیں (۱)۔ اس لئے مدارس کی صورتحال اور ان سے متعلق اصلاحی تدابیر پر حضرت قاری صاحبؒ کی رائے گرامی انتہائی

---

= مسجد نبوی میں قرآن کریم کی خدمت کررہے ہیں فن قراءات کے شائقین آج بھی مسجد نبوی میں بعد نماز مغرب اُن سے یہ فن حاصل کرتے ہیں ۔ سینکڑوں طلبہ علماء اور ائمہ کرام ان سے استفادہ کر چکے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اُن کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین ۔ ۱۹۷۴ء میں وہ مسجد نبوی کے باب السلام سے متصل ایک تنگ بازار "سوق القماشہ" کی ایک پُرانی بلڈنگ میں رہا کرتے تھے ۔ نچلی منزل اور پہلی منزل ان کے استعمال میں تھی اور دوسری منزل پر حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مقیم تھے ۔ عشاء کے بعد جب مسجد نبوی بند ہو جاتی تو نچلی منزل میں رات کے کھانے کا اجتماع ہوتا جس میں یہ دونوں قابل احترام قاری صاحبان اور حج اور عمرہ کرنے والے حضرات کھانے پر جمع ہوتے ۔ بعد نماز عشاء کھانے کی ایسی ہی ایک نشست کے بعد یہ انٹرویو لیا گیا جبکہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ حضرت قاری بشیر احمد صاحب مدظلہم کے گھر مدعو تھے اور چند دوسرے حضرات بھی موجود تھے ۔ رحمھم اللہ تعالیٰ جمیعاً۔

(۱) حضرت قاری محمد طیب صاحب قدس اللہ سرہ سے ہمیں ۱۹۶۹ء میں دورۂ حدیث کے دوران مؤطا امام مالک کا ایک سبق پڑھنے اور اسانید حدیث کی اجازت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے جبکہ وہ جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لائے اور دورۂ حدیث کے طلبہ کی درخواست پر یہ سبق پڑھایا۔ بعد میں حضرت قدس سرہ کی احقر پر ایسی ہی شفقت رہی جیسے دادا کی پوتے پر۔ اسی شفقت کی بناء پر حضرتؒ نے اس ناچیز کے سوالوں کا جواب عطا فرمایا۔۱۲

اہمیت کی حامل ہے۔اور بیس سال کی مدت گزرنے کے باوجود اس انٹرویو کی تازگی ، نافعیت ، اور شفاء بخشی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا بلکہ مدارس کی موجودہ فضا میں اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

اس انٹرویو کو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرتے وقت تحریری انداز اختیار کرنے کے بجائے کوشش کی گئی ہے کہ حتی الامکان حضرتؒ کے الفاظ اور فقرے بعینہ نقل ہوں تا کہ ان کے مفہوم اور تاثر میں کوئی فرق نہ آنے پائے ، امید ہے کہ متعلقہ حلقوں میں اسے پوری توجہ سے پڑھا جائے گا۔اور اساتذہ وتلامذہ اس کی روشنی میں اپنے لئے لائحہ عمل طے کرسکیں گے۔واللہ الموفق،احقر محمود اشرف عثمانی، ۱۴۱۵/۵/۵ھ

سوال ۔۔۔ کیا جناب مدارس کی موجودہ صورتحال سے مطمئن ہیں؟

جواب ۔۔۔ جہاں تک نصاب کا تعلق ہے وہ بالکل قابل اطمینان ہے، یہ وہی نصاب ہے جس سے بڑے بڑے اکابر علماء تیار ہوئے ، جزوی ترمیم اور تغیر البتہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے، آئندہ بھی ہوتا رہے گا البتہ اصول وہی ہیں جو نہیں بدل سکتے ، جیسے صحاح ستہ ،قرآن کی تعلیم ، باقی جتنے فنون آلیہ ہیں، مبادی ہیں ان میں جزوی طور پر تغیر وتبدل ہوتا رہا ہے،نوعی طور پر نصاب وہی باقی رہا، اس لئے جہاں تک نصاب کا تعلق ہے وہ تو بالکل قابل اطمینان ہے۔

دوسری چیز ہے اصل میں طریقہ تعلیم ، وہ تھوڑا سا بدل گیا ہے ، اور میں سمجھ رہا ہوں کہ اس کا اثر استعدادوں پر اچھا نہیں پڑ رہا ہے ، وہ یہ کہ قدیم زمانہ کے حضرات اساتذہ ایجاز اور اختصار کے ساتھ نفس مطلب عبارت پر منطبق کرکے دلوں میں ایسا ڈال دیتے تھے کہ کتاب ذہن نشین ہوجاتی تھی ، اور جب طالب علم نے کتاب دیکھی ، مطلب سامنے آگیا، اب لوگ اس مسئلہ کو حیلہ بنا کے اپنی معلومات پیش کرتے ہیں لمبی لمبی تقریریں، اس سے استعداد خراب ہوتی ہے، ایک تو یہ فرق پڑ رہا ہے جس سے استعدادیں کمزور ہورہی ہیں اور دوسری چیز یہ ہے کہ جب سے یہ عوامیت کے نام پر جمہوریت چلی اس میں سارے عوام الناس آزاد ہوگئے ، طلباء بھی بہر حال جوان ہیں، لڑکے ہیں ان پر بھی اثر پڑا، وہ جو عوام کا یا خوردوں (چھوٹوں) کا بزرگوں سے ربط تھا اس میں کمی ہوگئی، اس سے علمی قوت میں کمی ہوئی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بنیادی چیز یہ ہے کہ

خورد کا یا تلمیذ کا تعلق استاذ سے قوی ہو، اس میں ادب بھی ہو، تعظیم بھی ہو، اعتماد کامل بھی ہو، اس میں جتنی کمی پڑے گی استعداد میں اتنی ہی کمی پڑے گی۔

تو موجودہ حالات کی وجہ سے ایک اخلاقی کمی ہو رہی ہے، اور ایک طرز تعلیم کے بدلنے سے نفس تعلیم (اصل تعلیم) میں کمی ہو رہی ہے تو اس کا استعدادوں پر خراب اثر پڑ رہا ہے، باقی جہاں تک نصاب کا تعلق ہے وہ بحمد اللہ قابل اطمینان ہے، اور مدارس عامہ میں جو بڑے مدارس ہیں ان میں اساتذہ بھی ذی استعداد ہیں اور چھوٹے مدارس میں تو ہر طرح کے ہوتے ہیں۔

سوال ۔۔۔ بعض حلقوں کی جانب سے کہا جا رہا ہے کہ مدارس کے نصاب میں جدید علوم کو بھی شامل کیا جانا چاہئے اس کے بارے میں جناب کی کیا رائے ہے؟

جواب ۔۔۔ یہ ایک حد تک صحیح بھی ہے اور ہم نے اس پر عملدرآمد بھی کر لیا ہے، جدید قسم کے جو علوم وفنون جن سے عقائد کے اوپر اثر پڑ رہا ہے۔ خواہ وہ غلط فہمیوں کی وجہ سے پڑے مگر پڑ رہا ہے۔ جیسے مبادیات سائنس ہیں، فلسفہ جدید ہے، ہیئت جدیدہ ہے، اس کو لوگ ذریعہ بناتے ہیں دینیات کی تردید کا، حالانکہ وہ ذریعہ ہیں تقویت دین کا، سائنس جتنی بڑھے گی میں سمجھتا ہوں اسلام کو اتنی تقویت ملے گی، اس لئے کہ اسلام نے عقائد ونظریات کے لحاظ سے جو دعوے کئے ہیں ان کے دلائل سائنس مہیا کر رہی ہے، تو دعویٰ ہم کرتے ہیں مگر دلائل وہ لوگ مہیا کرتے ہیں جو اس کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ انہی کے ہاتھ سے دلائل مہیا کرتے ہیں۔ اس لئے سائنس منافی تو کیا ہوئی معین ومددگار ہے ۔۔۔ خرابی ہے درحقیقت ماحول کی کیونکہ اس کے پڑھانے والے وہ ہیں جو غلط نظریات اور غلط فکر لئے ہوئے اس لئے ان فنون کا اثر برا پڑتا ہے، لیکن اگر صحیح پڑھانے والے ہوں تو وہی ذریعہ بن جائیں گے تقویت دین کا(۱) ۔۔۔ آخر یہ قدیم فلسفہ، منطق، ہیئت، ریاضی پڑھاتے ہیں اس کا برا اثر کیوں نہیں پڑا اور موجودہ فنون کا کیوں پڑ رہا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پڑھانے والے وہ ہیں کہ دین ان میں پہلے سے راسخ ہوتا ہے اس لئے عقائد پر ذرا برابر اثر نہیں پڑتا اور موجودہ زمانے میں عموماً پڑھانے والے وہ ہیں کہ نہ ان کی اخلاقی حالت درست نہ ماحول

---

(۱) احقر نے یہی بات اپنے دادا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے سنی ہے کہ اگر استاذ درست نہ ہو تو وہ نور الایضاح سے بھی طلبہ کا ذہن بگاڑ دے گا اور اگر استاذ درست ہو تو وہ عصری مضامین سے بھی علم اور تقویٰ پیدا کر دے گا ۱۲

درست اس کا اثر یہ پڑتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ علم کا اثر برا ہے، حالانکہ وہ دراصل عالم کا اثر ہے جو برا پڑرہا ہے ورنہ اسلام میں تنگی نہیں، اسلام نے تو ہر علم وفن کی تحقیق کی اجازت دی ہے سوائے مخصوص چند علوم کے کہ جن سے روکا ہے کیونکہ وہ علوم نافع نہیں ہیں۔

عام طور سے فرمایا ہے کہ: کلمة الحکمة ضالة الحکیم حیث وجدھا فھو احق بھا

(کہ حکمت کی بات دانا کی گمشدہ چیز ہے، جب وہ اسے پالے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے) ان جیسی روایتوں نے بتلایا ہے کہ علم بہرحال جہل سے بہتر ہے، سوائے ان علوم کے کہ جو مضر ہیں کہ ان کا عام علم ہی رکھنا فضول ہے کیونکہ وہ فی الحقیقت ضائع ہیں۔

تو علم کسی فن کا بھی ہو وہ برا اثر نہیں ڈالتا، ہاں معلم کا اثر پڑتا ہے، معلم اگر صاحب قال، صاحب حال، صاحب اخلاق ہے تو اسی سے اخلاق پیدا کردے گا اور اگر خود بد اخلاق ہے، بدفکر ہے تو وہ قرآن وحدیث سے بھی بدفکری ذہن میں ڈالے گا، اس لئے نئے علوم میں سے اگر اس حد تک لئے جائیں کہ جس حد تک وہ معین بنتے ہوں دین کے حق میں، یا جو ذریعہ بنے ہوئے ہیں دین پر اعتراضات کا تو میں اصولی طور پر سمجھتا ہوں کہ انہیں ضرور حاصل کرنا چاہئے۔

سوال۔۔۔حضرت! ابھی آپ نے طلباء کی اخلاقی حالت کا ذکر فرمایا ہے تو ہم یہ بات اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ مدرسہ اور خانقاہ کوئی علیحدہ علیحدہ چیز نہیں ہوتی تھی بلکہ ایک ہی چیز ہے، مدرسہ خانقاہ بھی ہوتا تھا، طلباء کو تعلیمی طور پر بھی تعلیم دی جاتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اخلاق بھی درست کیے جاتے تھے تو اب یہ صورتحال کیوں بدل گئی اور اس کی صلاح کی کیا تدابیر ہیں؟

جواب۔۔۔یہ چیز بالکل صحیح ہے کہ قدیم زمانہ میں مدرسہ ہی خانقاہ ہوتا تھا جس کے اوپر تعلیم کا پردہ تھا، نام تو نہیں آتا تھا کہ ہم تصوف سکھارہے ہیں یا طریقت سکھارہے ہیں لیکن ان بزرگوں کا طرز عمل، ان کا کردار، کیرکٹر وہ تھا کہ ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر خود بخود اخلاق درست ہوجاتے تھے تو اب ظاہر بات ہے کہ کچھ تو اساتذہ میں بھی کمی ہے، اور کمی کی بناء جو کچھ بھی ہو، مگر صورتحال یہ ہے کہ عام طور پر اساتذہ کی تکمیل اور تزکیہ اخلاق کی طرف توجہ نہیں ہے۔ جتنے نئے اساتذہ ہیں ان کی توجہ ادھر نہیں ہے۔

سوال۔۔۔حضرت کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ اور طلباء کے درمیان اب ربط نہیں رہا؟

جواب ۔۔۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ فتن اس کی بنیاد ہیں، حالات اتنے بگڑ چکے ہیں اور مزاج اتنے فاسد ہو چکے ہیں کہ وہ جو ایک رجحان اور ایک عقیدت اور ایک محبت اساتذہ سے ہوتی تھی وہ نہیں ہے کچھ تو حالات کا اثر ہے۔

اور مثل مشہور ہے " کچھ لوہا کھوٹا، کچھ لوہار کھوٹا" کمی تھوڑی بہت اساتذہ میں بھی آئی ہے، ان کو جس درجہ کا معیاری ہونا چاہئے، نئے اساتذہ میں وہ چیز کم ہے، تو طلباء پر اثر پڑنا لازمی ہے، یہ الگ بات ہے کہ وہ اساتذہ چند سالوں کے بعد پرانے بن کر کسی اونچے مقام پر پہنچ جائیں لیکن ابتدائی حالت اساتذہ کی، نوجوان اساتذہ کی وہ نہیں ہے جوان کے اساتذہ کی تھی۔

ہم لوگوں نے تعلیم پائی، اس وقت اساتذہ علمی اعتبار سے بھی معیاری تھے اور تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے بھی معیاری تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا انور شاہ کشمیریؒ) پر اتباع سنت کا اتنا غلبہ تھا کہ ان کے طرز کو دیکھ کر ہم مسئلہ معلوم کر لیتے تھے، اور وہی مسئلہ نکلتا تھا جو ان کا طرز عمل تھا، اس درجہ گویا وہ منہمک تھے، اور ہمہ وقت انہیں فکر آخرت ضرور رہتا تھا۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دوپہر کو چھوٹی مسجد میں آ کے قیلولہ کرتے تھے تو عموماً گھٹنے پیٹ میں دے کے لیٹا کرتے تھے، یعنی سکڑ کے، یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ پیر پھیلا کے لیٹے ہوں، تو میرے خسر مولوی محمود صاحب رامپوری مرحوم، طالب علمی کے زمانہ میں مفتی صاحب کے ساتھ چھوٹی مسجد ہی میں رہتے تھے، تو ابتداء میں وہ یہ سمجھے کہ امر اتفاقی ہے، لیکن جب دیکھا کہ عادت ہی یہ ہے تو انہوں نے ایک دن پوچھا کہ کہ آپ پیر پھیلا کے کبھی نہیں سوتے؟ فرمایا کہ "بھائی پیر پھیلا کے سونے کی جگہ قبر ہے، دنیا نہیں" ۔۔۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اوپر ہر وقت فکر آخرت سوار تھا۔

حضرت مفتی صاحبؒ ہی کا واقعہ ہے، جلالین شریف ہم نے ان کے یہاں پڑھی، آیت یہ آئی کہ "لیس للانسان الاماسعی" آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے سعی کی ہے، یہ نہیں کہ کسی غیر کی سعی اس کے کام آجائے ۔۔۔ادھر تو یہ آیت اور ادھر روایت میں ایصال ثواب ثابت، جس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کی سعی کام آگئی، اب آیت اور روایت میں ایک قسم کا تعارض، جب یہ آیت پہنچی تو حضرت مفتی صاحب نے کتاب میں مثبت پہلو میں مطلب سمجھا دیا اور بعد میں یہ فرمایا کہ میں اس میں الجھا ہوا ہوں اور ابھی رفع تعارض کی

صورت سمجھ میں نہیں آئی کہ حدیث بتلاتی ہے کہ دوسرے کی سعی کار آمد ہے اور آیت بتلاتی ہے کہ قطعاً کار آمد نہیں، تو فرماتے تھے کہ کتابیں دیکھیں، رجوع کیا کتابوں کی طرف، مگر تشفی نہیں ہوئی۔ گھر تشریف لائے، رات کا وقت، گرمی کا زمانہ چارپائی پر لیٹے تو خیال یہ بندھ گیا کہ تجھے ایک آیت میں شک ہے، اگر اسی حالت میں موت آگئی تو آیت خداوندی میں شک لے کر جائے گا تو تیرا ایمان کہاں رہے گا؟ یہ تو "ریب" (شک) کی کیفیت ہے۔ بس یہ جذبہ آنا تھا کہ اسی وقت کھڑے ہوگئے۔ اور پیدل سفر شروع کر دیا گنگوہ کا کہ حضرت (مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ) کے پاس جا کر تحقیق کروں گا، تو پہلا جذبہ تو اس سے معلوم ہوا فکر آخرت کا کہ وہ (اس علم کو) محض ریسرچ یا تحقیق نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنی آخرت سمجھتے تھے، جب آیت میں ایک قسم کا شک ہے تو وہ ریب ہوا، اور ایمان میں اگر ذرا سا بھی عیب ہو تو ایمان کی بقاء مشکل ہے۔ یہ جذبہ تھا اصل میں، محض علمی تحقیقات نہیں تھیں، پیدل سفر کر لیا گنگوہ کا ساری رات چلتے رہے، حالانکہ عادت نہیں تھی پیدل سفر کرنے کی، آخر شب میں گنگوہ پہنچے، صبح کی نماز کا وقت تھا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وضوء فرما رہے تھے، انہوں نے سلام کیا، فرمایا کون؟ عرض کیا کہ عزیز الرحمٰن فرمایا کہ اس وقت! کیا رات آئے تھے؟ کہا کہ رات بھر سفر کیا بس ابھی پہنچا ہوں، فرمایا ایسی کیا ضرورت پیش آئی تھی جو ساری رات سفر کیا، انہوں نے کھڑے کھڑے وہ اشکال پیش کر دیا کہ حضرت یہ ایک اشکال ہے کہ آیت میں نفی ہے کہ کسی کی سعی کسی کے کام نہیں آئے گی اور احادیث میں اثبات ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کے کام آجائے گا ایصال ثواب کی صورت میں، یہ تعارض رفع نہیں ہو رہا۔۔۔۔ حضرت گنگوہیؒ نے وہیں کھڑے کھڑے فرمایا کہ "لیس للانسان الا ما سعی" میں سعی ایمانی مراد ہے۔ یعنی ایک کا ایمان دوسرے کے لئے نجات کا ذریعہ نہیں بنے گا، عمل کی نفی نہیں، تو حدیث ثابت کر رہی ہے عمل کو کہ عمل کا فائدہ پہنچے گا اور آیت نفی کر رہی ہے سعی ایمانی کی کہ ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا اس میں کوئی تعارض نہیں تو یہاں ایمان مراد ہے، وہاں عمل مراد ہے، آیت میں جس چیز کی نفی کی جا رہی ہے حدیث میں اس کا اثبات نہیں اور حدیث جسے ثابت کر رہی ہے قرآن میں اس کی نفی نہیں ہے تو تعارض کہاں سے آگیا؟ تو مفتی صاحب یہ کہتے تھے کہ کھڑے کھڑے یہ معلوم ہوا کہ جیسے ایک علم کا دریا میرے اندر سے پھوٹ گیا۔ تو یہ غزیر (وسیع) اور گہرا علم تھا ان اکابر کے ایک ایک لفظ میں۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت حدیث میں بدعت کی ممانعت فرماتے ہوئے کہا گیا ہے کہ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد "جو ہمارے دین میں احداث کرے اور دین کے ذوق کی نہ ہو تو وہ چیز مردود ہے" اس پر کسی نے کہا کہ پھر یہ مدارس بھی مردود ہونے چاہئیں، یہ قرن اول میں کہاں تھے؟ اور یہ مدرسوں کے لئے گھنٹوں کا تعین اور گھنٹا بجانا یہ کہاں تھا؟ اور یہ جماعت بندی (کلاس بندی)، یہ سارے بدعات ومحدثات ہیں تو اس حدیث کی رو سے ممنوع ہونے چاہئیں، حضرتؒ نے ایک مختصر سا جواب دیا فرمایا کہ: احداث فی الدین کی ممانعت ہے، احداث للدین کی ممانعت نہیں "

ان دو لفظوں میں (مسئلہ) کھول دیا، یعنی یہ احداث جو ہے "لتقویۃ الدین، لاعانۃ الدین، لنصرۃ الدین" ہے، عین دین کے اندار اضافہ نہیں ہے، کسی مدرسہ میں صبح کے گھنٹے مقرر ہیں کسی میں شام کے، یہ نہیں ہے کہ اس کو دین سمجھ رہے ہیں کہ یہی چار گھنٹے ہونے چاہئیں، دوسرے نہ ہوں، ایک تدبیر ہے، ایک معالجہ ہے، تو احداث للدین اور فی الدین کے فرق سے حضرتؒ نے سارے اشکالات رفع فرمادیئے۔

اسی پر مجھے یاد آیا کہ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کوئی عرب ہندوستان پہنچ گئے، تو ہندوستان میں عربوں کی آمدورفت اس زمانہ میں تھی نہیں، کوئی عرب آ گیا تو لوگ چیلوں کی طرح سے اس کے پیچھے دوڑتے تھے کہ عرب صاحب! عرب صاحب! اور عقیدت محبت سے ہر ممکن مدارات کرتے تھے، ان عرب صاحب کا بھی خیر مقدم ہوا، شافعی تھے، اتفاق سے کسی مسجد میں جہاں سارے جہلاء ہی جمع تھے انہوں نے نماز پڑھی اور رفع یدین کیا جیسے شوافع کرتے ہیں، وہاں سارے جاہل جمع تھے، وہ سمجھے کوئی بد دین ہے اسے نماز پڑھنی نہیں آتی، تو نماز کے بعد تو تو میں میں شروع ہوئی، حتی کہ ان عرب پر ہاتھ ڈالا انہیں پیٹ دیا، اب وہ مہمان تھے، مولانا شہیدؒ کو خبر ہوئی، غصہ آیا، فرمایا کہ اول تو زدوکوب! پھر عرب سے آیا ہوا مہمان جو واجب التعظیم ہے۔ حکم دیا کہ آج سے ہماری ساری مسجدوں میں رفع یدین ہوا کرے گا۔ ترک رفع ختم، اب صاحب تمام مسجدوں میں رفع یدین شروع ہوگیا۔ کئی دن گزرے تو کہیں رفع یدین، اور کہیں ترک رفع، ایک عجیب سا فتنہ بپا ہوا (ہنس کر فرمایا) اور حقیقی معنی میں رفع یدین شروع ہوگیا، ہاتھا پائی، مارکٹائی میں بھی رفع یدین ہی ہوتا ہے۔ غرض بہت فتنہ ہوا، تو لوگ گئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس کہ حضرت آپ کے بھتیجے نے بڑا فتنہ برپا کردیا اور حکم دے دیا ہے کہ ہر مسجد میں رفع یدین ہوگا تو بڑی مصیبت ہوگئی اور

فتنہ پھیل گیا ہے آپ انہیں سمجھائیں۔

شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی! اسماعیل کی ذہانت اور ذکاوت سے تم واقف ہو، وہ میرے سے زیر نہیں ہو سکے گا، وہ ذہین اور طباع ہے، میں ایک چیز بیان کروں گا وہ بیس احتمال نکال کر مجھے ہی بند کردے گا، خود اس کی اصلاح کیا ہوگی، اس کی مناسب صورت یہ ہے کہ خاندان میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی عظمت سب کرتے ہیں، چھوٹے اور بڑے، حالانکہ وہ سب سے چھوٹے بھائی تھے مگر بڑے بھائی بھی ان کے تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے ان کی عظمت کرتے تھے، چالیس برس اعتکاف کیا ہے اکبری مسجد میں، اور سوائے قرآن کے اور کوئی شغل نہیں تھا، اور جس دن ان کی وفات ہوئی ہے تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ پر منکشف ہوا کہ دلی کے سارے قبرستانوں سے آج عذاب قبر اٹھالیا گیا ہے، ان کی آمد کے احترام میں، تو اس درجہ کے تھے شاہ عبدالقادر صاحبؒ۔

تو شاہ عبدالقادر صاحب کے سامنے لوگوں نے کہا کہ آپ کے بھتیجے نے فتنہ برپا کردیا ہے، کہا ''بلاؤ اسماعیل کو''۔ خیر مولانا اسماعیل شہید حاضر ہوئے فرمایا: میاں اسماعیل تم نے حکم دیا ہے کہ رفع یدین ہوا کرے؟ کہا جی حضرت! فرمایا کیوں؟ کہا حضرت یہ سنت اتنی مردہ ہوچکی تھی کہ اس کے عمل درآمد کرنے پر لوگ پیٹے جانے لگے اور حدیث میں ہے: **من احیا سنتی عبد فساد امتی فله اجر مائة شهید** (جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو زندہ کیا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا) تو میں نے احیائے سنت کیا ہے، اس درجہ مردہ ہوگئی یہ سنت کہ عمل کرنے پر لوگ مارے پیٹے جانے لگے، اس لئے میں نے حکم دیا کہ یہ سنت زیر عمل آجائے۔۔۔ فرمایا کہ میاں اسماعیل! ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ تم نے حدیث کچھ سمجھ کر پڑھی ہوگی، تمہیں تو مس بھی نہیں فہم حدیث سے، کیا یہ مطلب ہے احیاء سنت کا؟ پھر فرمایا کہ احیاء سنت کا مطلب یہ ہے کہ سنت ختم ہو کر بدعت اس کی جگہ لے لے، وہ احیاء سنت ہے جو مائۃ شہید کے برابر ہے، اور یہاں تو سنت کے مقابلہ میں خود سنت موجود ہے، رفع یدین اگر سنت ہے تو ترک رفع بھی سنت ہے، ایک امام ادھر گیا ہوا ہے، ایک ادھر، احیاء سنت کا یہ موقعہ کون سا ہے؟ احیاء سنت وہاں ہے کہ سنت ختم ہو اور بدعت اس کی جگہ آجائے یہاں کون سی بدعت ہے؟۔۔۔ کہا حضرت مجھ سے غلطی ہوئی، پھر ساری مسجدوں میں خود کہتے پھر رہے تھے کہ مجھ سے غلطی ہوئی، لوگ اسی طرح ترک رفع کے ساتھ نماز پڑھیں۔

تو یہ بات مجھے اس پر یاد آئی تھی کہ ان اکابر کے یہاں لمبی (۱) تقریریں نہیں ہوتی تھیں ایک ایک جملہ سے مسائل کا فیصلہ ہوتا تھا، اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ استعداد نہایت قوی ہو اور استحضار ہو علوم کا، اب محنتیں تو ہیں نہیں، قویٰ بھی ویسے نہیں، استحضار وہ نہیں ہے علوم کا، جو کچھ کتاب میں دیکھا صبح کو بیان کردیا، وہ نقل اور سرد روایت (روایت نقل کرنا) ہوتا ہے، وہ جو قلبی کیفیت ہے وہ شامل نہیں ہوتی، اس لئے استعدادوں پر برا اثر پڑا ہوا ہے۔ تو نہ نصاب میں خرابی ہے اور نہ کسی اور چیز میں، بلکہ کچھ طرز تعلیم کی، اور کچھ اساتذہ کے ترقی نہ کرنے کی، کہ وہ پڑھ رہے ہیں کہ بس پڑھا دیں گے، پیشہ سا سمجھ لیا ہے، یہ وجہ ہورہی ہے استعدادوں کی کمی کی۔

اور ادھر طلبہ، کہ ملک کے حالات جمہوریت کے نام پر ایسے ہوگئے کہ وہ جو یکسوئی تھی وہ باطل ہوگئی، ہر طالب علم کو فکر کہ تھوڑا سا سیاسیات میں شریک اور تھوڑا سا اجتماعیات میں۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ "العلم لا يعطيك بعضه حتى تعطيه كلك " علم اپنا بعض اس وقت تک نہیں دے گا جب تک تم اپنا کل اسے نہ دے ڈالو، اب تم تو جزو دو اور اس کا کل لینا چاہو تو یہ ہوگا کیسے؟ تو طالب علم کہیں ادھر متوجہ کہیں ادھر، کہیں معاش اور کیا کیا، اسی میں ضمناً اس نے علم کی طرف بھی توجہ کرلی تو استعداد بنے گی کہاں سے؟ (۲)

اس لئے میں نے عرض کیا کہ " کچھ لوہا کھوٹا کچھ لوہار کھوٹا" کچھ اساتذہ آگے نہیں بڑھنا چاہتے، کچھ طالب علموں میں محنت کی کمی، اب وہ قصور بتا دیتے ہیں نصاب کا۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ہمارے استاذ رحمۃ اللہ علیہ بہت مختصر گو تھے، کسی نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت نصاب میں کچھ تغیر تبدل ہونا چاہئے، تو جیسے ان کی عادت تھی، ایک لمبی سی "ہوں"

---

(۱) لمبی تقریریں تو ہوا میں اڑ جاتی ہیں اور وہ اکثر مغز سے خالی اور طویل مُمِل ہوتی ہیں جبکہ خیر الکلام ما قل ودل۔ مختصر بات ہو مگر تحقیق پر مبنی سچی اور شافی ہو تو ایسی مختصر بات زیادہ نافع ہوتی ہے یہی اکابر کا طریق تھا۔ اور یہ سنت نبویہ کے مطابق ہے کہ "اعطيت جوامع الكلم" ۱۲

(۲) اور اب تو موبائل، سوشل میڈیا کے مشاغل نے طلبہ کا کیا، اساتذہ کا بھی کام خراب کردیا ہے، مستند کتب کا مطالعہ اور کم ہوگیا ہے اور شہرت اور مال کی طلب اس پر مستزاد ہے ۱۲

کر کے فرمایا: دیکھو تعلیم کے سلسلہ میں تین چیزیں ہیں (۱) اساتذہ (۲) تلامذہ (۳) تیسرا نصاب تعلیم۔ تو اساتذہ کی جماعت تو ہے بڑوں کی جماعت، چھڑی ہاتھ میں ہے، کوئی بولے تو اسی وقت گردن زنی قرار پائے، اور طلباء اس زمانے کے، بھائی وہ بھڑوں کا چھتہ ہیں کوئی انہیں چھیڑے گا تو وہ آ کے لپٹ جائیں گے، آدمی ڈرتا ہے ـــ بس صاحب اب بے چارہ بے زبان نصاب رہ گیا ہے، اسی میں کتر بیونت کرتے رہو۔ نصاب میں یہ کمی ہے، یہ کمی ہے۔ (۱)

کمی ہے استاد میں اور طالب علم میں، نصاب میں کمی نہیں ہے، مگر بے زبان چیز ہے، اسی پر سب مشق آزمائی کرتے رہتے ہیں۔ تو یہ ہے اصل میں بنیاد ـ ـ ـ بہر حال کچھ جدید معلومات کی تو ضرورت ہے کہ طلباء نابلد نہ رہیں۔

سوال ـ ـ ـ ـ ـ حضرت! تیسرا سوال یہ تھا کہ محسوس یہ کیا جارہا ہے کہ جو طلباء مدارس سے فارغ ہوتے ہیں ان میں کام کرنے کا وہ جذبہ نہیں جو پہلے موجود ہوتا تھا، باطل سے ٹکرانے، خود اعتمادی اور خود آگے بڑھ کر کام کرنے کی جو صلاحیت تھی وہ اب نظر نہیں آتی، اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جواب ـ ـ ـ اول تو یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ "الناس کابل مائة لاتکاد تجد فیها راحلة" سو اونٹوں کی ایک جماعت ہے دانتوں والے ہیں سارے، مگر سواری کے قابل ایک ہی نکلتا ہے۔ تو ان پچاس ہزار طلباء میں یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی جوہر قابل نہ ہو، لیکن سو میں سے ایک آدھ نکلے گا تو

---

(۱) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم دیوبند کا یہ پورا مقولہ بہت اہم ہے کہ نہ استاذ کو اپنی محنت اور نور علم کی طرف توجہ ہے نہ طلبہ کو اپنی علمی استعداد بنانے کا شوق ہے سارا الزام بیچارے نصاب پر ڈال دیتے ہیں کیونکہ نصاب بے زبان ہے حالانکہ مدرسوں کے اسی پُرانے نصاب نے ایسے جلیل القدر اور ماہر اساتذہ پیدا کئے جن کے انوار سے دنیا منور ہوئی اور جن کی مہارت کا انکار کرنا مشکل ہے۔ عربی ادب اور عربی زبان میں مہارت کے لئے کتنی نئی نئی کتابیں شامل کی گئیں مگر حال یہ ہے کہ آج استاذ اور طالب علم کے لئے درسی اور غیر درسی اشعار پڑھنا کارے دارد ہے جبکہ پرانے نصاب پڑھنے والے ہمارے تمام اکابر ورنہ اکثر اکابر خود عربی اشعار اور عربی قصائد کہا کرتے تھے جن کا بڑا ذخیرہ اب بھی محفوظ ہے۔ یہی حال علم کلام، علم بلاغت اور دوسرے فنون کا ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اکابر کی مہارت تو دنیا میں مسلم ہے ـ ـ ـ گویا اصل مسئلہ نصاب کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ استاذ کی محنت اور استعداد کی کمی اور طلبہ کی بے توجہی اور نالائقی کا ہے۔

وہ نہ ہونے کے برابر دکھائی دے گا، تو اب بھی ایسے نکلتے ہیں جو اپنی استعداد پر کام کرتے ہیں، لیکن ہمارے سامنے چونکہ وہ ننانوے ہیں جو اپاہج بن کے پھوہڑ رہتے ہیں تو ان کی قدر و منزلت بھی جاتی رہتی ہے جو کام کرنے والے ہیں مگر ہیں، اگر نہیں ہیں تو اس وقت (دین کا) یہ کام کیسے چل رہا ہے، بحثیں بھی ہیں، مناظرے بھی ہیں، باطل پرستوں کا مقابلہ بھی ہے، لوگ کام کر رہے ہیں، اور اس میں نوجوان بھی کرنے والے ہیں، مگر بہت کم ہیں، گنے چنے۔

زیادہ تر اس کی بناء یہ ہے کہ معاشی حالات ایسے کمزور ہو چکے ہیں کہ طالب علم کو پڑھنے کے زمانے میں فکر یہ ہے کہ جلدی سے پڑھوں تا کہ گھر کا بندوبست کر سکوں، باپ ضعیف ہو گیا، ماں کا انتقال ہو گیا، فلاں گزر گیا، چار پیسے کماؤں تو بچوں کو کھلاؤں، فکر تو یہ رہتی ہے تو وہ ترقی کہاں سے کرے؟ اکثر و بیشتر اسی میں مبتلا ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان مدارس میں آنے والے بلند فکر کم ہیں، زیادہ تر وہ ہیں جن کی فکری حالتیں پست ہیں، انہوں نے دیکھا کہ روٹیاں ادھر بھی ملتی ہیں، آٹھ نو برس یہاں کچھ مل جائے گا، وہ نصاب پر عبور تو کر لیتے ہیں مگر جتنی دماغ کی افتاد ہے، ساخت ہے، اس سے باہر تو نہیں جا سکتے، وہ جوان کی پست فکری ہے وہ علم کو بھی پست بنا دیتی ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں بتلاؤں کہ اس علم کی ذلت کا کون سا وقت ہوگا؟ عرض کیا گیا فرمائیے، فرمایا کہ جب اراذل ناس اس کو حاصل کرنے لگیں جو خود پست ہیں اور پست فکر ہیں، وہ جب عمل کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کی پستی علم میں نمایاں ہوگی اور علم بھی پست نظر آئے گا، ورنہ بلند فکر اور اونچے طبقہ کے لوگ اگر علم حاصل کریں تو وہ آج بھی وہ کام کریں گے جو پچھلے کرتے تھے۔

سوال۔۔۔حضرت! جو بلند فکر ہیں اور اچھی سمجھ والے ہیں اونچے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ اپنے بچوں کو ادھر نہیں بھیجتے، ان طلباء کو حاصل کرنے کی کیا صورت ہے؟

---

(۱) یہ بات بھی فطری اور طبعی ہے کہ اگر ذہن پست ہو تو آدمی علم کو بھی پستی کی طرف لے جاتا ہے اور اگر ہمت عالی اور فکر وسیع ہو تو وہ علم کو سر بلند کرتا ہے۔

جواب ۔۔۔ بات یہ ہے کہ دنیا غالب آچکی ہے، پہلے فکر آخرت غالب تھی (۱)، اب جو بلند فکر ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ حکومت میں کرسی ملے، ملازمت ملے، عہدہ ملے، وہ سارے اُدھر متوجہ ہیں، اِدھر آتے ہیں کم، اِدھر وہ لوگ آتے ہیں جو اُدھر کی استعداد نہیں رکھتے انہوں نے سوچا کہ چلو دین ہی کی استعداد بناؤ، مدارس میں تو بھائی دین ہے، جو آئے گا ہم سکھادیں گے، وہ جس درجہ کا بھی ہو، لیکن سلف کے زمانے میں پرکھتے تھے کہ اسے کس علم سے مناسبت ہے، جس فن سے مناسبت ہوتی تھی اسی میں ترقی دیتے تھے تو وہ طبعی رفتار بھی ہوتی تھی، اس لئے اس علم وفن کے اندر وہ ماہر ہوجاتے تھے۔

میں جب افغانستان گیا تو سردار نعیم وزیر معارف (تعلیم) تھے، انہوں نے مجھ سے یہ شکایت کی کہ صاحب ہم نے یہ کیا، ہم نے وہ کیا مگر ہماری تمنائیں پوری نہیں ہوتیں، میں نے کہا صاحب وہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کسی عالم دین کو وزیر خارجہ بنائیں وزیر داخلہ بنائیں، وہ چلتا نہیں، میں نے کہا کہ اس کا جواب تو میں بعد میں دوں گا لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کی یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہوگی ۔۔۔ میں نے جواب میں دوسری لائن اختیار کی ورنہ سیدھا جواب یہ تھا کہ بھائی آج کل کی سیاست تو مستقل فن ہے جو اسے حاصل کرے گا وہ چلے گا، اگر کوئی محدث فقیہ ہے مگر موجودہ سیاست کے رنگ سے واقف نہیں تو وہ نہیں چلے گا مگر میں نے یہ جواب اختیار نہیں کیا ۔۔۔ میں نے کہا آپ کی یہ تمنا میرے خیال میں کبھی پوری نہیں ہوگی ۔ "کیوں؟" میں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جو افغانستان سے طلباء بھیجتے ہیں وہ معلوم نہیں کون سے جنگل سے پکڑ کے بھیجتے ہیں، گٹھل دماغ کے، کہ دس برس چاہئیں ان کا ذہن بدلنے کے لئے، پھر دس برس چاہئیں انہیں پڑھانے کے لئے، اگر آپ وزارت کے خاندان، شاہی خاندان اور شاہی کنبہ کے افراد بھیجتے تو ہم آپ کو دکھلاتے کہ علم کیا چیز ہے؟ اب آپ نے جنگل سے پکڑ کر بھیج دیئے جنگلی اور پہاڑی لوگ، ان پر علم کیا اثر کرے گا؟ صدر عالم کہنے لگے جناب مولانا حق می فرمائید، حق می فرمائید۔

---

(۱) احقر کو اپنے جلیل القدر استاذ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ کی بات یاد ہے جو انہوں نے صحیح بخاری کے درس کے دوران ارشاد فرمائی تھی کہ "اچھا مولوی صاحب! اب تو لغات ہی بدل گئے ہیں۔ ہمارے بڑے جب ہمیں کہتے تھے کہ میاں مستقبل کی فکر کرو تو اس کا مطلب آخرت کی فکر کرنا ہوتا تھا۔ اور اب جب لوگ کہتے ہیں کہ میاں مستقبل کا خیال کرو تو اس سے مراد پیسہ اور دولت کی فکر ہوتی ہے۔ اچھا صاحب! لغت ہی بدل گئی۔"



Scanned by CamScanner

اس کے بعد میں نے کہا میں ،مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ مفتی کفایت اللہ صاحب کیسے ہیں آپ کی نظر میں؟ کہنے لگے نہایت بلند فکر اور ہندوستان میں انہوں نے وہ وہ کام کیا، میں نے کہا کہ وہ دار العلوم کے فاضل ہیں کسی یونیورسٹی سے گریجویٹ نہیں ۔۔۔ میں نے کہا کہ مولانا حسین احمد صاحب کیسے ہیں؟ کہنے لگے سبحان اللہ بہت اونچا مقام ہے، میں نے کہا دار العلوم کے طالب علم ہیں کسی یونیورسٹی کے فاضل نہیں ۔۔۔ مولانا شبیر احمد صاحب جو پاکستان چلے گئے؟ کہنے لگے نہایت بلند فکر، میں نے کہا وہ کسی یونیورسٹی کے گریجویٹ نہیں، میں نے دس بیس نام گنوا دیئے تو میں نے کہا کہ یہ لوگ بلند فکر تھے تو علم نے ان کی فکر کو اور زیادہ بلند کر دیا، تو علم کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا، جو پیدا شدہ چیزیں ہیں انہیں اجاگر کر دیتا ہے (۱) ۔۔۔اب اگر کسی (۲) میں پستیاں ہی بھری ہوئی ہوں وہ اجاگر ہو جائیں گی، بلندیاں بھری ہوئی ہوں وہ اجاگر ہو جائیں گی، علم کوئی نئی چیز نہیں پیدا کرے گا تو صدر عالم نے کہا بالکل حق بات ہے، اور اس کے بعد کہنے لگے کہ اب ہم وعدہ کرتے ہیں کہ شاہی گروپ اور وزارتی گروپ کے ہر سال گیارہ طلباء بھیجیں گے، میں نے کہا پھر ہم آپ کو دکھلائیں گے کہ ان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ مگر مجھے اب فکر یہ ہوئی کہ وہ جو شاہی خاندان کے طلبہ آئیں گے ان کی خادمی کون کرے گا؟ ان کا تمدن ان کی معاشرت علیحدہ اور یہاں غریب طلباء کی جگہ ہے تو ان کی مہمانداری کے لئے سینکڑوں روپیہ چاہئے، کوئی وزیر کا بیٹا ہوگا کوئی بادشاہ کا بیٹا۔۔۔

یہ فکر پڑی تو میں نے یہ فقرہ کہا کہ ہم ان کو اپنے خرچ پر تعلیم دیں گے؟ کہنے لگے نہیں نہیں آپ کو خرچ اٹھانے کی ضرورت نہیں حکومت خرچ برداشت کرے گی میں نے دل میں کہا اور مجھے کیا چاہئے تھا، میں نے اسی لئے کہا تھا۔۔۔ اس کے بعد میں نے کہا نہایت مبارک خیال ہے ہم ان کو تعلیم دیں گے۔ اب ہماری

---

(۱) احقر کو یاد ہے کہ حضرت قاری صاحب قدس سرّہ نے اسی مجلس میں یا کسی دوسری مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ علم تو نور ہے، روشنی ہے اور نور کا کام اچھائی برائی پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ جو اچھائی یا برائی ہو اسے ظاہر کر دینا ہے۔ جیسے کمرہ میں جب تک روشنی نہ ہو تو کچھ نظر نہیں آتا لیکن جب روشنی کر دی جائے تو اچھی یا بُری چیز جہاں جہاں رکھی ہوتی ہے وہ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اسی طرح نورِ علم آدمی کے اندر کی اچھائی بُرائی کو سب کے سامنے کھول دیتا ہے۔

(۲) اِسی لئے تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ تزکیہ (تربیت) لازم ہے تا کہ دل ودماغ سے بُرائی اور پستی نکلے ورنہ اندیشہ ہے کہ آدمی علم دین کو مال اور شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنالے گا۔ اور علم دین کو بھی رُسوا کرے گا۔

ایک اور درخواست ہے، گیارہ لڑکے ہم آپ کے یہاں بھیجیں گے، اس لئے کہ آپ کے یہاں مختلف زبانوں کے مختلف کالج ہیں، افغانستان میں نجات کالج خالص جرمنی زبان کا کالج ہے، استقلال کالج یہ خالص فرانسیسی زبان کا کالج ہے، کاکول پے طب یہ خالص ترکی زبان کا کالج ہے، اور انگریزی زبان کا مستقل کالج ہے، تو میں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ مبلغ جب تیار ہوں تو غیر ممالک میں جا کر تبلیغ کریں مگر زبان سے عاجز ہیں، آپ کے یہاں کالج ہیں تو گیارہ لڑکے آپ بھیجیں گے اور گیارہ لڑکے ہم بھیجیں گے کہ آپ انہیں زبان سکھلائیں، کہنے لگے ہم مستقل بندوبست کریں گے اور اپنے خرچ پر تعلیم دیں گے۔ اور نصاب بھی مختصر مقرر کریں گے کہ زیادہ وقت بھی نہ لگے اور زبان میں مہارت پیدا ہوجائے۔ یہ ہمارا ان کا معاہدہ ہوگیا مگر وہ جنگ چھڑ گئی تو سب الٹ پلٹ ہوگیا۔

تو بات مجھے اس پر یاد آئی تھی کہ ذی استعداد تو پیدا ہوتے ہیں مگر استعداد ہی گھٹی ہوئی ہو تو اس کا کیا علاج، فکری طاقت ہی کمزور ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں، تو زیادہ تر وہ آتے ہیں جو فکر کے پست ہیں [۱] اور جو بلند فکر ہے وہ ہزار میں ایک دو آتا ہے مگر جو آجائے تو وہ بلند ہو کر چل پڑتا ہے۔

جیسے حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام" جو جاہلیت میں اونچا تھا وہ اسلام میں بھی آکر اونچا رہے گا، جو وہاں نیچا تھا وہ یہاں بھی پست رہے گا، دین سب میں آجائے گا، مگر بلندی فکری خِلقی چیز ہے، یہی صورت یہاں بھی ہو رہی ہے، اب سوائے اس کے کہ لوگ محنت کریں، وعظ اور ترغیب ترھیب سے ہوتا نہیں، آپ لاکھ وعظ کریں کہ بھائی تم آؤ، نہیں آئیں گے، ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ وہ مجبور ہو کر علم دین سیکھنے کے لئے آئیں اور ادھر جھکیں جیسے عالمگیر نے کیا تھا۔

---

(۱) مشہور ہے کہ کسی نے بھوکے آدمی سے پوچھا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں تو اس نے جواب دیا چار روٹیاں۔ اگر دل و دماغ پر ایک ہی چیز مسلط ہو تو جمع تفریق کے ہر سوال کے جواب میں وہی چیز ظاہر ہوتی رہے گی اور وہ اس قلب و نظر کی تنگی اور فکری پستی کی علامت ہوگی۔ اسی لئے اکابر کسی کو عالم دین کے منصب پر فائز کرنے سے پہلے اس بات کا بغور جائزہ لیتے تھے کہ یہ شخص علمِ دین کو سر بلند کرے گا یا اپنے دُنیوی مقاصد کے لئے اسے استعمال کرے گا۔ اگر کسی کے بارے میں پستی کا ظن غالب ہوتا تو اس کی گردن میں علم دین کا قیمتی ہار نہیں ڈالا کرتے تھے۔ (کما ورد المنع فی روایۃ ابن ماجۃ ولو بسند ضعیف) مشکوۃ ص ۳۴ کتاب العلم۔

عالمگیر کے زمانے میں عام طور سے علماء بے چارے بے کس تھے، کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، لوگ دنیا داری کی طرف، عہدوں کی طرف متوجہ ہوگئے تو علم دین کوئی حاصل نہیں کرتا تھا۔ حکومت کے عہدے اور قتدار نگاہوں میں تھے، رہ گئے بے چارے علماء، عالمگیر چونکہ خود عالم تھا، اسے احساس ہوا، اس نے نہ کوئی فرمان جاری کیا نہ کوئی نصیحت نامہ لکھا، ایک دن حکم دیا کہ ہم وضوء کریں گے فلاں والی ملک ہمیں وضو کرائے تو ان صاحب نے سات سلام کئے کہ بڑی عزت افزائی ہوئی، بادشاہ کو وضوء کرائیں گے، وہ آفتابہ لے کر پہنچے، عالمگیر نے کہا، وضوء میں سنتیں کتنی ہیں؟ واجبات کتنے ہیں؟ اب انہوں نے کبھی وضوء کیا ہو تو بتائیں، عالمگیر نے کہا: حیرت ہے، آپ ایک بڑے والی ملک ہیں ہزاروں پر حکمرانی کر رہے ہیں اور مسلمان ہیں، آپ کو یہ پتہ نہیں کہ وضوء میں فرائض کتنے ہیں؟ بس صاحب اتنا ان سے کہہ دیا۔۔۔ اگلے دن کہا کہ فلاں امیر ہمارے ساتھ روزہ افطار کریں، وہ افطار میں شریک ہوئے، تو اورنگ زیب نے کہا روزہ میں مفسدات کتنے ہیں؟ مکروہات کتنے ہیں؟ انہیں کچھ پتا نہیں، تو کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کے والی اور تمہیں یہ پتہ نہیں؟۔۔۔ کسی سے کچھ اور پوچھا، نتیجہ یہ ہوا کہ اب مولویوں کی تلاش شروع ہوگئی کہ مسئلے معلوم کرو، اگر بادشاہ سلامت یونہی پوچھتے رہے تو بڑی تذلیل ہوجائے گی ہماری، صاحب مولوی کسی قیمت پر نہیں ملتے، مولویوں نے نخرے شروع کردیئے کہ صاحب ہم پانچ سو سے کم تنخواہ نہیں لیں گے، ایک نے کہا ہزار سے کم نہیں لیں گے، انہوں نے کہا بھائی دو ہزار دے دیں گے مگر تم آؤ تو، سارے مولوی لگ گئے، تو وعظ تلقین سے کچھ نہ ہوتا، تدبیر تھی ارباب اقتدار کی، تو اگر کوئی صورت ایسی بن جائے کہ حکومت ادھر توجہ کر کے ایسے قوانین بنادے کہ وہ مجبور ہوجائیں تب تو چلے گی یہ بات، محض وعظ سے نہیں چلے گی۔

سوال۔۔۔ حضرت جو طلباء دینی مدارس سے نکلتے ہیں وہ نکلنے کے بعد متفرق ہوجاتے ہیں، متفرق ہوکر اپنی اپنی جگہ کام میں لگتے ہیں، بعض دینی کام میں لگ جاتے ہیں، بعض دنیوی مشاغل میں مصروف ہوجاتے ہیں، جو دینی کام کرتے ہیں وہ بھی متفرق طور پر کرتے ہیں، کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ ہر مدرسہ سے جو طلباء نکلیں وہ ایک خاص نظام کے تحت اجتماعی طور پر کام کریں؟ اور مدرسہ کی طرف سے انہیں وقتاً فوقتاً ہدایات ملتی رہیں، جو مختلف مسائل ملک میں پیش آتے رہیں۔ ان کے بارے میں مدرسہ کی جانب سے مدرسہ کے اکابر کی جانب سے ان کو ہدایات جاری ہوتی رہیں، اس طرح وہ سارے کا سارا نظام لگا بندھا

ہوگا، اور اس سے یہ فائدہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ طلباء اپنے مستقبل سے بھی مایوس نہ ہوں گے جب وہ ایک نظام کے تحت ہوں گے تو ان کی مدد بھی کی جاسکتی ہے، انہیں مساجد و مدارس میں بھی کام میں لگایا جاسکتا ہے اور دوسرے کاموں میں بھی، اس تجویز کے بارے میں جناب کی رائے کیا ہے؟

جواب۔۔۔ یہ صحیح ہے ایسا ہونا بھی چاہئے مگر کس طرح سے ہو؟ تو دو قوتیں ہیں جن سے کسی ایک مرکز پر جمع کیا جاسکتا ہے، ایک تو قوت قہری کہ اقتدار ہاتھ میں ہو اور آپ ملک بھر میں کسی کو نمٹنے نہ دیں، حکمرانی کی قوت ہو تو یہ قوت قہری ہے۔

ایک قوت ارادت ہے کہ عقیدت مندی کسی شخصیت سے اتنی ہو کہ وہ اشارہ کرے تو سب اس کے اشارے پر چل پڑیں، اس وقت دونوں چیزوں کی کمی ہے، ایک کا تو فقدان ہے، قوت قہری تو ہے نہیں آپ کے ہاتھوں میں۔ اب رہ گئی قوت ارادت اور قوت عقیدت اس میں خال خال افراد ملتے ہیں، بعض تو وہ ہیں کہ مدارس سے تعلق نہیں، شخصی طور پر لوگ ان کے عقیدت مند ہیں، اور مدارس میں بھی ہیں ایسے لوگ مگر خال خال۔۔۔ تو جب تک کہ کوئی قوت نہ ہو جو مرکز سے ہٹنے نہ دے، خواہ قوت معنوی ہو یا مادی، اس کے بغیر یہ کام نہیں چل سکتا۔

آپ کے یہاں (پاکستان میں) جو کام شروع کیا گیا وفاق المدارس میں اس کی کیا صورت ہے؟

سوال۔۔۔ وہ تو تمام مدارس کا ایک مجتمع نظام ہے، میری مراد یہ ہے کہ ہر مدرسہ اپنے طرز پر ایک نظام بنادے کہ اس کے مدرسہ سے جو طلبہ فارغ ہوں، وہ لگے بندھے نظام کے تحت اپنے مدرسہ سے وابستہ ہوں۔

جواب۔۔۔ یہ فی الجملہ آسان ہے، بہ نسبت اس کے کہ سارے مدارس ایک نقطہ پر آئیں وہ تو مشکل ہے مگر سوائے اس کے کہ تحریک کی جائے اور کیا ہوسکتا ہے؟ اس کی طرف توجہ دی جائے اور اس کے جو فوائد و منافع ہیں انہیں قلمبند کر کے انہیں سامنے رکھا جائے، جو مضرتیں پہنچ رہی ہیں وہ دکھلائی جائیں۔۔۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کی خیر خواہی کر رہے ہیں، اپنی غرض پیش نہیں کر رہے ہے کہ اگر تم نے اس طرح طلباء کو مربوط کر لیا تو تمہارا ہی وقار اس میں بلند ہوگا، تمہاری ہی قوت اس میں زیادہ ہوگی۔۔۔ یہ تجویز ٹھیک ہے، توجہ دلائی جائے اور ذمہ داروں کو متوجہ کیا جائے۔۔۔ اب آج کل یہ دستور ہوگیا ہے کہ جو تجویز ہو پہلے عوام کو متوجہ کیا جائے یہ غلط ہے، خواص جن کے ہاتھ میں عوام ہیں انہیں توجہ دلائی جائے، عوام خود بخود

آجائیں گے، مدارس کے لوگ ہیں یا بااثر شخصیتیں ہیں ان کو جمع کر کے تحریک کی جائے۔

سوال۔۔۔۔ حضرت! یہ تو مدارس سے متعلق چند سوالات تھے، اب عام مسلمانوں سے متعلق ایک دو سوال، ایک تو یہ کہ سرزمین پاکستان میں قادیانیوں سے متعلق قرارداد (اسمبلی میں) پاس کی گئی ہے، اس کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے اور جناب کا کیا تبصرہ ہے؟

جواب۔۔۔ ہم اس بارے میں بیان جاری کر چکے ہیں اور اس میں بہت زیادہ سراہا گیا وہاں کے علماء کو بھی اور حکومت کو بھی۔ یہ بہت بڑا اجرأت مندانہ اقدام ہے، جو حکومت پاکستان نے کیا، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تو ہمارے ہی بزرگوں کا خواب تھا جس کی تعبیر ملی ہے، یہی جذبہ رکھتے تھے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کہ کسی طرح سے یہ التباس ختم ہو کہ یہ مسلم نام سے کام کر رہے ہیں اور یہ تلبیس ہے، مگر انگریزوں کا زمانہ تھا، انہیں غیر مسلم کیسے قرار دیا جائے، تو اللہ نے اب آکر یہ خواب پورا کیا۔ ادھر تو مڈل ایسٹ کی ۱۳۲ انجمنوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ داخل ہی نہیں ہو سکتے، اور ادھر پاکستان نے اس کے اوپر مہر کردی، تو یہ عالمگیر مسئلہ بن گیا اور وہ جو ایک تلبیس اور التباس تھا وہ ختم ہو گیا۔۔۔ اب رہیں قادیانی دنیا میں، ہزاروں باطل فرقے ہوئے ہیں لیکن اسلام کے نام پر کام نہیں کر سکتے، تو میں نے پاکستانی اسمبلی کی قرارداد کی تائید میں بیان دیا، پھر کلکتہ اور متعدد جگہوں سے خطوط آئے کہ اس کا یہ اثر ہوا کہ بہت جگہوں میں لوگوں نے کہا کہ پھر یہ ہمارے قبرستانوں میں دفن نہیں ہو سکتے۔۔۔ مگر قبرستانوں کی تولیت ہے گورنمنٹ کے ہاتھ میں تو یہ روک نہیں سکتے، تو اب مسلمانوں میں یہ جذبہ ہے کہ ہم حکومت سے لڑیں گے، مطالبہ کریں گے اور فتاویٰ بھی دکھائیں گے کہ قبرستان میں حصے الگ الگ کردو ان کا خط الگ متعین کرو، ہم اپنے پاس نہیں دفن کریں گے۔

اور بھی بہت سے مسائل سامنے آئے مثلاً پہلے قادیانی مسلمانوں کی مساجد میں آجاتے تھے، بہر حال اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی سو کے قریب قادیانی تائب ہو گئے۔

مجھے وہاں کے لوگوں نے لکھا تھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایک سوسائٹی قائم کریں، جس کے ذریعہ ان قادیانیوں کے شکوک وشبہات رفع کریں جو اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور ادھر آنا چاہتے ہیں۔۔۔ تو

میں نے انہیں لکھا کہ سوسائٹی ضرور قائم کرو، لیکن جماعتی طور پر یا مجمع میں رفع شکوک کا کوئی سلسلہ ہرگز نہ قائم کیا جائے، اس میں تلبیس ہے، وہ یہ چاہتے ہیں کہ جب مجمع میں شکوک پیش کئے جائیں گے تو ردوکد میں اور بحث ومناظرہ میں انہیں رستہ نکل آئے گا پیر رکھنے کا۔۔۔ ہاں انفرادی طور پر رفع شکوک کرو، لیکن مجالس عامہ منعقد ہوں رفع شکوک کرنے کے لئے یہ ہرگز نہ کیا جائے۔اس بات کو انہوں نے مانا، بہر حال اس کا (پاکستان اسمبلی کی قراردادکا) بہت ہی اچھا اثر بڑا ہے ہندوستان پر۔(بمقام مدینہ منورہ ۱۹۷۴ء)

☆☆☆

# وہ شخص مؤمن نہیں

ابو شریح خزاعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"قسم اللہ تعالیٰ کی وہ مؤمن نہیں، قسم اللہ تعالیٰ کی وہ مؤمن نہیں، قسم اللہ تعالیٰ کی وہ مؤمن نہیں۔"

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون مؤمن نہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے خائف رہتے ہوں۔" (بخاری، معارف الحدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ صاحب ایمان نہ ہو جاؤ۔ اور تم پورے مؤمن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تم میں باہمی محبت نہ، کیا میں تم کو ایک ایسی بات بتلادوں کہ اگر تم اس پر عمل کرنے لگو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے اور وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے درمیان "سلام" کا رواج پھیلاؤ اور اس کو عام کرو۔

(مسلم، معارف الحدیث)

تحریر: حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب مدظلہم

# مالیات اور مدارس

ہر ادارے کیلئے نظامِ مالیات ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، مدارس و جامعات میں اس کی اہمیت اور نزاکت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا [1]

(مسلمانو!) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقین جانو اللہ تم کو جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہوتی ہے، بیشک اللہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ [2]

اہلِ علم بالخصوص اصحابِ مدارس و جامعات اس سے بخوبی واقف ہیں کہ مالِ غنیمت میں کسی بھی قسم کی خیانت پر کیسی وعیدیں آئی ہیں اور " ایّاکم و الغلول " [3] کی ہدایت دی گئی ہے یعنی مالِ غنیمت میں خیانت کرنے سے بچو، غور کرنے کی بات ہے، مالِ غنیمت میں خیانت کرنے سے بچنے پر اتنا زور کیوں دیا گیا؟ کسی قدر غور کرنے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں سے جس مال کو خیانت کر کے روک لیا گیا مجاہدین اور حقداروں میں تقسیم نہ کیا گیا جبکہ بقیہ مالِ غنیمت اصول کے مطابق تقسیم کردیا گیا اب اس خیانت کردہ چیز میں تمام حقداروں کا حق باقی ہے اور ان تمام بیسیوں، سینکڑوں، ہزاروں حقداروں کا حق ادا کرنا ممکن نہیں، گویا یہ ایسا گناہ ہے کہ اگر کبھی خائن توبہ کر کے ان سب کا حق ادا کرنا چاہے تو بھی عملی طور پر ایسا نہیں کرسکتا۔

مدرسوں کے اموال بھی یہی حیثیت رکھتے ہیں کہ دینے والے بھی نہ جانے کتنے ہیں اور حقداروں کا تعین بھی مشکل ہے، خدانخواستہ ان اموال میں اگر جان بوجھ کر خیانت کی گئی یا لااُبالی پن اور اہمیت نہ دینے کی بناء پر کوتاہی ہوگئی تو اصحابِ حقوق سے معاف کرانا نہ صرف یہ کہ مشکل ہے بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ العیاذ باللہ۔

---

[1] سورۃ النساء : (الآیۃ : ۵۸)

[2] آسان ترجمۂ قرآن : (ص ۲۷۳)

[3] مسند احمد : (ج ۳۷ ص ۴۵۵)

حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول إن رجلا یتخوّضون فی مال اللّٰہ بغیر حق فلهم النار یوم القیامة. (رواہ البخاری) [1]

اس لئے مدارس کے اموال میں نہایت احتیاط اور پھونک پھونک کر چلنے کی ضرورت ہے، لائقِ تحسین وہی ادارہ اور مدرسہ ہوسکتا ہے جس کا نظامِ مالیات نہایت صاف اور بے غبار ہو۔

مدارس و جامعات کا نظامِ مالیات:

جامعات و مدارس کا نظامِ مالیات اتنا صاف اور بے غبار ہونا چاہئے کہ "حق بحقدار رسید" کا مصداق ہونے کے ساتھ عدل وانصاف، امانت ودیانت، احتیاط وتقویٰ اور صفائی معاملات کا مظہر ہو۔

مدرسہ میں آنے والی رقوم یا کسی بھی قسم کی چیز کے بارے تھوڑی سی مراجعت کے بعد پتا چلایا جاسکتا ہو کہ وہ کب آئی؟ کس مقدار میں آئی؟ کس مصرف کیلئے آئی؟ کب؟ کہاں اور کن اصولوں کے تحت استعمال کی گئی یا صَرف کی گئی؟ صَرف کرنے یا استعمال کرنے کے بعد بچی یا نہیں؟ اگر بچی تو کس مقدار میں؟

جامعات و مدارس کے نظامِ مالیات کی نسبت سے دو عنوان اہمیت رکھتے ہیں:

آمدنی ——— مصارف

آمدنی

اس عنوان کے تحت بہت سی باتیں قابلِ توجہ ہیں:

(۱) مقام وصولیابی　(۴) طریقِ وصولیابی

(۲) وصول کنندہ　(۵) رسید بک

(۳) رسیدات　(۶) دفترِ حسابات

دفترِ زکوٰۃ وصدقات وعطیات:

زکوٰۃ وصدقات، عطیات اور دوسرے سامان کی وصولیابی کیلئے مدرسہ میں باقاعدہ ایک دفتر ہونا مناسب ہے، یہ دفتر محفوظ ہونے کے ساتھ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے ایسا ہونا چاہئے کہ وہاں پہنچنا بھی آسان ہو اور اس کی طرف رہنمائی بھی آسان ہو، ضرورت کے موقع پر استقبالیہ سے بھی یہ کام لیا جاسکتا ہے، یہاں وصولیابی سے متعلق ضرورت کا ہر سامان مثلاً رسیدات، قلم، پینسل، کیلکولیٹر وغیرہ موجود ہونا چاہئے نیز ایک لاکر کا انتظام بھی مناسب ہے جس میں فوری طور پر رقوم وغیرہ کو محفوظ کیا جاسکے۔

اس مقام پر ٹیلیفون وغیرہ کا انتظام بھی مناسب ہے۔

یہ مقام ایسا ہونا چاہئے کہ رقم جمع کرانے والے کو تحفظ کے ساتھ پرائیوسی بھی حاصل ہو، قریب میں

[1] الصحیح للبخاری: (ج ۳ ص ۱۱۳۵) طبع دار ابن کثیر

واش روم وغیرہ کی سہولت بھی حاصل ہو تو بہتر ہے۔

زرِتعاون کا وصول کنندہ:

زکوٰۃ وصدقات وعطیات کا وصول کنندہ حساب کتاب کا ماہر تعلیم یافتہ، نمازی، دیانتدار، سلیقہ مند، بااخلاق شخص ہونا چاہئے۔

رسیدات:

وصولیابی کی رسیدات کی اہمیت مسلم ہے۔

رسیدات وصولیابی دو طرح کی ہونی چاہئیں:

رسیدِ نقود، رسیدِ اشیاء

رسیدِ نقود اس طرح ہونی چاہئے:

ادارہ کا نام مع مکمل پتہ

فون نمبر ............ فیکس وغیرہ ............ بک نمبر ............

رسید نمبر ............

تعاون از محترم جناب ............ دامت فیوضھم

............

پتہ ............

فون نمبر ............ ای میل ............

مبلغ: ............ RS: ............

(عبارت میں) (ہندسوں میں)

چیک نمبر/ پے آرڈر نمبر ............ بینک ............

............

مد ............

مورخہ ............ ۱۴ھ مطابق ............ ۲۰۱ء

دستخط محصل ............ دستخط معطی ............ دستخط تصدیق کنندہ ............

دینی تعلیم وتربیت کی جدوجہد میں اس تعاون پر اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم سے نوازے اور آپ کی جان ومال کی حفاظت فرما کر عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

دستخط رئیس الجامعہ/مہتمم ............

طریق وصولیابی:

رسید مکمل دیانت، پوری وضاحت اور احتیاط کے ساتھ تیار کی جانی چاہئے، ضروری ہے کہ رسید ایسی ہو کہ کاربن کے ذریعہ اس کی نقل رسید بک میں موجود رہے۔

رسید کے دینے یا پہنچانے کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔

رسید بک:

رسید بک کا اجراء محاسبی سے مکمل اندراج کے ساتھ ہونا چاہئے یعنی یہ واضح ہونا چاہئے کہ رسید بک

کا نمبر کیا ہے؟ اس میں رسید کس سیریل سے کس سیریل تک ہیں؟ یہ رسید بک کس کے نام پر جاری کی گئی؟ اور کس تاریخ کو جاری کی گئی؟

نقد رقومات کا اسی دن محاسبی میں جمع کرایا جانا ضروری ہے۔

جمع کراتے وقت یہ واضح ہونا ضروری ہے کہ حاصل ہونے والی کل رقم کتنی ہے؟

اس رقم کا تعلق فلاں رسید بک نمبر کی رسید نمبر فلاں سے رسید نمبر فلاں تک ہے۔

جب ایک رسید بک پوری ہوجائے تو اس کے مندرجات پر مبنی ایک گوشوارہ تیار کیا جانا چاہئے، مناسب ہے کہ یہ گوشوارہ محاسبی میں جمع کرایا جائے اور اس کی کاپی اپنے پاس بھی محفوظ رکھی جائے۔

رسید بک کے مندرجات پر مشتمل گوشوارہ اس طرح ہونا چاہئے۔

نام ادارہ

رسید بک کے مندرجات کا گوشوارہ

رسید بک بنام ............ رقم جمع کرانے کی تاریخ ............ واؤچر نمبر ............

رسید بک نمبر ............ رسید نمبر از ............ تا ............

جمع شدہ رقم (عبارت میں) ............(ہندسوں میں) ............

| نمبر شمار | تفصیل مدات آمدنی | رقم (روپے) |
|---|---|---|
| (۱) | صدقاتِ واجبہ:<br>زکوٰۃ<br>کفارۂ قسم رمنت رعشر رنذر رظہار<br>قیمت کھال قربانی<br>فدیہ نماز رروزہ<br>صدقۂ فطر | |
| (۲) | صدقاتِ غیر واجبہ<br>نفلی صدقہ<br>عطیات<br>نفلی خیرات | |
| (۳) | صدقۂ جاریہ<br>تعمیر مسجد<br>دیگر تعمیرات | |
| (۴) | آمدنی برائے مصارف طلبہ | |
| (۵) | یوٹیلیٹی (مثلاً بجلی، پانی، گیس اور فون) | |
| (۶) | آمدنی برائے مطبخ | |
| (۷) | وصولی بابت قرض رپیشگی رتحویلی بنام | |
| | میزان | |

رقم جمع کرانیوالے کے دستخط ............ دستخط تصدیق کنندہ ............

تاریخ ............ تاریخ ............

تصدیق ناظم محاسبی ............

محاسبی بھی رقم وصول کرتے وقت وصولیابی کی پختہ رسید جاری کرے، ناظم محاسبی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ پوری احتیاط کے ساتھ امکانی حد تک جلد از جلد ان رقوم کو محفوظ طریقے سے مدرسہ کے بینک اکاؤنٹ میں جمع کراکر پختہ ثبوت حاصل کرے۔

ادارہ (مدرسہ یا جامعہ) کا اکاؤنٹ خواہ ایک ہو اس کے شعبۂ حسابات کو تمام مدات کو الگ الگ اپنے لیجر (تفصیل نامہ) میں رکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے؛ ہر مد کا الگ الگ کھاتہ ہو، ہر کھاتے کا الگ نمبر ہو، رجسٹر میں سارا حساب محفوظ کیا جائے۔

کمپیوٹر پر حسابات کا ریکارڈ:

کمپیوٹر میں بھی جدید اصولوں کے مطابق حسابات کا اندراج اور پورا ریکارڈ محفوظ ہونا ضروری ہے۔

ایسی صورت میں کمپیوٹر پروگرام بنوانے کی ضرورت پیش آئے گی، اچھے ماہرِ فن سے یہ کام کرایا جانا بہتر ہے جو ادارے کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کمپیوٹر پروگرام بنائے۔

ادارے کے حسابات کا تمام ریکارڈ کمپیوٹر پر محفوظ ہو (یہ کمپیوٹر اپنے تمام لوازمات کے ساتھ "دفترِ حسابات" میں ہو جس کا ذکر آگے آرہا ہے) اور احتیاط کے طور پر رجسٹروں میں بھی اس کا اندراج اہمیت رکھتا ہے۔

چھوٹے اور کم وسائل والے ادارے کمپیوٹر پر ریکارڈ محفوظ رکھنے میں دشواری محسوس کریں تو ایسے ادارے اپنے حسابات کے ریکارڈ کو رجسٹروں میں نقل کرکے محفوظ کرسکتے ہیں، حسبِ حالات و وسائل جو بھی صورت ہو قرینے اور سلیقے سے ہونی چاہئے۔

دفترِ حسابات:

پچھلی سطور اور مضمون کے اگلے حصوں سے محاسبی کی ضرورت و اہمیت واضح ہے چنانچہ ہر منظم ادارہ (مدرسہ/جامعہ) میں شعبۂ محاسبی یا دفترِ حسابات کا ہونا لابدی ہے، یہ دفتر ایسا ہونا چاہئے جہاں حسابات سے متعلقہ تمام سامان موجود ہو، کمپیوٹر سمیت تمام ضروری سہولتیں مہیا ہوں سافٹ ویئر کی نسبت سے کمپیوٹر پروگرام ادارے کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنایا گیا ہو اور محفوظ لاکر دستیاب ہو، اس کا ذمہ دار اکاؤنٹنگ کی لائن کا ماہر مستند تعلیم یافتہ تجربہ کار ہو جسے عصری اصطلاح میں چیف اکاؤنٹینٹ کہا جاتا ہے۔

اساتذۂ کرام اور ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی، طلبہ کے وظائف اور نقد انعامات وغیرہ کی ادائیگی اس کی ذمہ داری ہو، خواہ براہِ راست یا بینک کے واسطے سے حسبِ ضرورت و حالات، اسی طرح واجبات کی وصولیابی بھی اس کے ذمہ ہو مثلاً بجلی، پانی یا گیس بل وغیرہ۔

اس شعبہ میں اکاؤنٹنگ کا تعلیم یافتہ کیشئر ہونا بھی ضروری ہے جس کے ذریعے سے رقوم کا لین دین ہو، اس شعبہ میں حسبِ ضرورت و حالات افراد میں اضافہ ہوسکتا ہے، مدرسہ کے تمام تر حسابات کی ذمہ داری اس شعبہ کی ہوگی، آڈٹ کرانا بھی اسی شعبہ کی ذمہ داری ہے۔

رسیدِ اشیاء:

نقود کی رسیدات کا ضروری تذکرہ پیچھے ہو چکا ہے، سامان و اشیاء کی رسید کا ہونا بھی ضروری ہے۔ رسید اشیاء کا ایک نمونہ پیش ہے:

ادارہ کا نام مع مکمل پتہ

رسید اشیاء ........................ بک نمبر ........................

رسید نمبر ........................

تاریخ ........................ ۱۴ھ مطابق ........................ ۲۰۱ء

جناب ........................ دامت فیوضہم

پتہ ........................ فون رہائش/دفتر ........................

| نمبر شمار | تفصیل اشیاء | مد | تعداد | وزن | | نام اسٹاک رجسٹر | صفحہ رجسٹر | دستخط وصول کنندہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | | گرام | کلوگرام | | | |
| | | | | | | | | |

دستخط معطی ................ دستخط محصل ................ دستخط تصدیق کنندہ ................

دینی تعلیم و تربیت کی جدوجہد میں اس تعاون پر اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم سے نوازے اور جان و مال کی حفاظت فرما کر عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

دستخط رئیس الجامعہ/مہتمم ........................

واضح رہے کہ رسید اشیاء کے تین پرت ہونگے یعنی رسید اشیاء تہ بہ تہ تین کاغذوں پر مشتمل ہوگی اوپر والی رسید اصل ہوگی جو معطی کو دیجائیگی دوسری دو کاربن والی کاپیاں ہونگی، ایک کاپی کو استقبالیہ والے اس رسید پر حاصل کردہ اشیاء کو اسٹور میں جمع کراتے وقت ناظمِ اسٹور سے تصدیقی دستخطِ وصولیابی لیکر اپنے پاس محفوظ کریں گے جبکہ رسید کی تیسری کاپی ناظمِ اسٹور کے ریکارڈ میں محفوظ ہوگی۔

اسٹور:

ہر منظّم ادارہ میں اسٹور کا ہونا بھی ضروری ہے اور اسٹور ایک سے زائد بھی ہوسکتے ہیں،

مثلاً (۱) مطبخ کے سامان کا اسٹور

(۲) تعمیراتی اسٹور (سیمنٹ، سریا، پلمبرنگ، بجلی وغیرہ)

رسید اشیاء کے ذریعے وصول ہونے والا تمام سامان یعنی صدقات، عطیات وغیرہ کا اسٹور میں جمع کرانا ضروری ہے، اسی طرح مطبخ اور شعبۂ تعمیرات کے سامان کا بھی اسٹور میں اندراج ضروری ہے۔

واضح رہے کہ باہر سے آنے والا صدقات وعطیات کا سامان براہِ راست اسٹور میں وصول نہیں کیا جائیگا بلکہ استقبالیہ یا دفترِ صدقات وزکوٰۃ میں آنے والی اشیاء کی پختہ رسید برائے اشیاء کاٹی جائیگی۔

استقبالیہ یا دفترِ صدقات وزکوٰۃ میں رسید کاٹنے والے حضرات رسید کاٹنے سے قبل اشیاء کی تعداد یا مقدار کو اچھی طرح چیک کریں گے اور اسٹور میں مختص مقام تک پہنچانے کے پابند ہونگے۔

ان اشیاء کے اسٹور میں جمع ہونے اور ناظمِ اسٹور کی وصولیابی سے قبل ذمہ داری رسید کاٹنے والے حضرات ہی کی سمجھی جائیگی اور جب تک وہ ناظمِ اسٹور سے وصولیابی کے تصدیقی دستخط نہ لے لے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں سمجھے جائیں گے۔

### اسٹور میں وصولی اشیاء کا طریقۂ کار:

اسٹور میں پہنچنے والے سامان کی رسید اشیاء کے مطابق چیکنگ اور رسید وصولیابی کی کاپی پر اسٹور میں وصولیابی کے تصدیقی دستخط ناظمِ اسٹور کی ذمہ داری ہے، اس موقعہ پر متعلقہ اسٹاک رجسٹر میں سامان کا اندراج ضروری ہوگا، اس میں رسید نمبر کا بھی حوالہ دیا جائیگا۔

### اسٹاک رجسٹر:

پچھلی سطور سے اسٹاک رجسٹر کی ضرورت واضح ہے۔

اسٹاک رجسٹر کا ایک نمونہ:

اسٹاک رجسٹر (ادارہ کا نام)

نام اشیاء: ..............................

| نمبر شمار | تاریخ قمری | تاریخ عیسوی | تفصیل | رسید نمبر | قیمت | مد | آمد منجانب | اجراء بنام | تعداد آمد | تعداد اجراء | بقیہ تعداد | وصولی/اجراء سلپ نمبر | دستخط وصول کنندہ | دستخط ناظمِ اسٹور |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|

اسٹاک رجسٹر ایک بھی ہوسکتا ہے اور حسبِ ضرورت و مصلحت ایک سے زائد بھی ہوسکتے ہیں۔

مثلاً (۱) اسٹاک رجسٹر برائے مطبخ

(۲) اسٹاک رجسٹر برائے تعمیراتی سامان

(۳) اسٹاک رجسٹر برائے غیر تعمیراتی سامان وغیرہ حسبِ ضرورت

اسٹور کے سامان سے متعلق اہم باتیں:

① اسٹور میں آنے والی تمام اشیاء کو حفاظت و صفائی سے رکھنا ناظمِ اسٹور کی ذمہ داری ہوگی، اس کام کیلئے وہ خادمِ اسٹور سے مدد لے گا۔

② تمام اشیاء کو صحیح ترتیب سے رکھنا بھی ضروری ہے۔

③ اسٹور میں موجود تمام سامان کا ریکارڈ کمپیوٹر میں محفوظ کرنا بھی ناظم اسٹور کے فرائض میں شامل ہے۔

④ ہر ماہ کے اختتام پر اسٹور میں موجود تمام اشیاء کی فہرست محترم مہتمم صاحب کی خدمت میں پیش کی جائیگی۔

⑤ فراہم کردہ فہرست سے متعلق محترم مہتمم صاحب کی تحریری ہدایات کے مطابق عمل کیا جائیگا اور اسٹاک رجسٹر میں اس کا ضروری اندراج کیا جائیگا۔

تحویلی رقم:

اکثر مدارس و جامعات میں مختلف شعبہ جات ہوتے ہیں، ہر شعبہ کا کوئی ذمہ دار اور ناظم ہوتا ہے، اس ناظم کے مخصوص اختیارات ہوتے ہیں۔

اپنے اختیارات کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر ناظم کو بسا اوقات مختلف قسم کے سامان اور ضروری اشیاء کی خریداری کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ایسی صورتحال میں تعلیمی ادارے کے ذمہ دار کیلئے مناسب ہے کہ ہر ناظم کے مناسبِ حال تحویلی رقم کا تعین کر کے ناظم شعبہ کے حوالے کرے، ناظم شعبہ اپنے دائرۂ اختیار میں رہتے ہوئے حسبِ ضرورت و مصلحت اس رقم کو صرف کریگا اور اس کی مدد سے ضرورت کا سامان حاصل کریگا، ناظم شعبہ جب اپنا بل شعبۂ حسابات میں جمع کرائیگا تو صرف کردہ رقم اس کو واپس مل جائیگی، شعبہ میں دوسری ضرورت پیش آنے پر وہ اس رقم کو دوبارہ استعمال کر سکے گا مثلاً اگر کسی ناظمِ شعبہ کی تحویلی رقم پانچ ہزار روپے ہو وہ شعبہ کی کسی ضرورت پر صرف ہو گئے تو شعبۂ حسابات میں بل جمع کرانے پر پانچ ہزار کی رقم واپس اس کے پاس آ جائیگی۔

اسی طرح ضرورت کے موقع پر یہ تحویلی رقم گردش کرتی رہے گی اور صرف ہونے کے بعد واپس ملتی رہے گی، اس انداز کی تحویلی رقم سے آسانی بھی پیدا ہوتی ہے اور کاموں کی روانی بھی متاثر نہیں ہوتی۔

شعبہ جات کا خرید کردہ سامان:

سامان اگر شعبہ جات کا خرید کردہ ہو اس سامان کا اسٹور میں اندراج اور ناظم اسٹور کو دکھانا ضروری

ہے، خرید کردہ سامان کو دِکھلانا شعبہ جات کی ذمہ داری ہے البتہ سامان کے زیادہ ہونے یا وزنی ہونے کی صورت میں ناظمِ اسٹور متعلقہ شعبہ میں ہی چیک کرنے کا پابند ہوگا۔

''سامان رَسیدات خریداری کے مطابق ہے'' اس کی تصدیق کرنے کا ناظم اسٹور ہی مُجاز ہے۔

اس مرحلہ پر ناظم اسٹور اسٹاک وصولی سلپ بھی جاری کریگا اور اسٹاک اَجراء سلپ بھی، دونوں کا حاصل یہ کہ شعبہ کی خرید کردہ چیز کا مدرسہ کے اسٹور میں باقاعدہ اندراج بھی ہوگیا اور پھر وہ شعبہ کو جاری بھی کردی گئی۔

اسٹاک وصولی سلپ کا ایک نمونہ:

اسٹاک وصولی سلپ

نام ادارہ (شعبۂ اسٹور)

جلد نمبر ............ تاریخ خریداری مطابق رسید ............

سلپ نمبر ............ تاریخ وصولی دراسٹور ............

نام سپلائر / دکاندار ............ نام خرید کنندہ ............

| نمبر شمار | نام سامان | تفصیل | وزن / ناپ / تعداد | قیمت (روپے) |
|---|---|---|---|---|
| | | | | |
| کل رقم (الفاظ میں) | | | کل رقم (ہندسوں میں) | |

اسٹور کیپر ............

اسٹاک اجراء سلپ کا ایک نمونہ:

اسٹاک اجراء سلپ

نام ادارہ (شعبۂ اسٹور)

جلد نمبر ............ تاریخ درخواست برائے سامان ............

سلپ نمبر ............ تاریخ اجراء از اسٹور ............

نام استعمال کنندہ ............

مقام وتفصیلِ استعمال ............

| نمبر شمار | نام سامان | تفصیل | وزن / ناپ / تعداد | قیمت (روپے) |
|---|---|---|---|---|
| | | | | |
| کل رقم (الفاظ میں) | | | کل رقم (ہندسوں میں) | |

اسٹور کیپر ............ دستخط وصول کنندہ ............

### اشیاء کے اجراء کا طریقہ کار:

شعبہ جات کی خرید کردہ اشیاء کی اسٹور میں وصولی اور اسٹور سے اجراء کا ذکر ہو چکا، استقبالیہ یا دفترِ زکوٰۃ وصدقات کے واسطے سے اسٹور میں آنے والی چیزوں کا طریقِ وصولیابی بھی پیچھے آچکا۔

بہت سی چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو ضرورت کے تحت خود ادارہ خریدتا ہے مثلاً مطبخ کی مختلف اشیاء یا تعمیرات کا سامان یہ سب چیزیں اصولوں کے مطابق اسٹور کی وصولیابی میں شامل ہو کر وہاں جمع ہوتی ہیں۔

اسٹور میں موجود سامان ضرورت پڑنے پر متعلقہ شعبہ کو جاری کیا جائیگا، اس کیلئے درج ذیل امور کا اہتمام ضروری ہے:

(۱) مہتمم مدرسہ سے تحریری اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

(۲) ڈیمانڈ (طلب) فارم پُر کر کے وصول کیا جائے۔

ڈیمانڈ فارم کا ایک نمونہ:

**ڈیمانڈ فارم (ادارہ کا نام)**

مورخہ........... شعبہ ..................... میں مندرجہ ذیل اشیاء کی ضرورت ہے۔

| نمبر شمار | نام اشیاء | مقدار | حوالہ رجسٹر | تفصیل |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | | | | |
| ۲ | | | | |
| ۳ | | | | |
| ۴ | | | | |
| ۵ | | | | |
| ۶ | | | | |
| ۷ | | | | |
| ۸ | | | | |
| ۹ | | | | |
| ۱۰ | | | | |

دستخط وصول کنندہ ....................... دستخط ناظم شعبہ .......................

دستخط اسٹور انچارج .......................

(۳) اسٹاک رجسٹر پر روانگی کا اندراج کر دیا جائے۔

(۴) اجراء سلپ کا جاری کرنا بھی مناسب ہے اگرچہ ڈیمانڈ فارم پر اکتفا کرنے کی بھی گنجائش ہے۔
(۵) مطبخ کا اور تعمیراتی سامان متعلقہ عملہ کو بروقت جاری کیا جائیگا اور اس کے استعمال پر نظر رکھی جائیگی تا کہ سامان کے ضیاع سے حفاظت ہو سکے، اس مقصد کیلئے کوشش کی جائیگی کہ سامان کا اجراء بقدرِ ضرورت ہو۔

بہر حال اجراء کردہ سامان اگر پورا استعمال نہ ہوا ہو تو بقیہ سامان کی واپسی اسٹور میں ضروری ہے، ایسی صورت میں محسوبی فارم پُر کیا جائیگا۔

محسوبی فارم کا ایک نمونہ:

محسوبی فارم
(اسٹور / ادارہ کا نام)

تاریخ قمری .............. تاریخ شمسی .............. فارم نمبر ..............

| نمبر شمار | نام اشیاء | اجراء اشیاء کی مقدار | تعداد استعمال | قابل واپسی | حوالہ رجسٹر | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | | | | | | |
| ۲ | | | | | | |
| ۳ | | | | | | |
| ۴ | | | | | | |
| ۵ | | | | | | |
| ۶ | | | | | | |
| ۷ | | | | | | |
| ۸ | | | | | | |
| ۹ | | | | | | |
| ۱۰ | | | | | | |

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا سامان خالصۃً (ادارہ کا نام) کے مقاصد کیلئے استعمال کیا گیا ہے اور اس کے جملہ اندراجات درست ہیں۔

دستخط استعمال کنندہ ..............

تصدیقی دستخط ناظمِ شعبہ ..............

تاریخ ..............

دستخط قابل واپسی سامان کی وصولیابی از اسٹور کیپر

..............

تاریخ ..............

اشیاء کی تقسیم کا طریقۂ کار:

جیسا کہ پہلے بھی تحریر کیا جاچکا ہے کہ اسٹور میں موصول ہونے والی تمام اشیاء کی فہرستیں محترم مہتمم صاحب کی خدمت میں حسبِ مصلحت ہر ہفتے ر ہر ماہ پیش کی جائیں گی، ان فہرستوں میں مدات کی صراحت ضروری ہوگی، محترم مہتمم صاحب کی اجازت سے قابلِ تقسیم اشیاء مستحق طلبہ وکارکنان وغیرہ میں تقسیم کی جائینگی۔

(۱) مستحق طلبہ کی فہرست ناظم دارالاقامہ فراہم کریں گے جس کے مطابق سامان کی تقسیم کی جائیگی۔

(۲) فہرست بنانے میں اس کا خیال رکھا جائے کہ اشیاء طلبہ کے درمیان انصاف کے تقاضوں کے مطابق تقسیم ہوں۔

(۳) سامان فہرستوں کے مطابق قیم حضرات کے حوالہ کیا جائیگا، وہ براہِ راست مستحق طلبہ کو دیدینگے یا اپنی نگرانی میں تقسیم کرادیں گے۔

(۴) تقسیم کے وقت سامان وصول کرنے والے طلبہ سے دستخط لئے جائیں گے۔

(۵) دستخط شدہ فہرستیں ناظم اسٹور کے پاس جمع کرادی جائینگی۔

(۶) اسٹور میں ان فہرستوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جائیگا۔

منتقلیٔ سامان:

کوئی شعبہ یا فرد اسٹور سے جاری شدہ سامان کو اپنی تحویل سے کسی دوسرے شعبہ یا فرد کی تحویل میں براہِ راست منتقل نہیں کریگا، اس کیلئے اولاً محترم مہتمم صاحب سے منظوری حاصل کی جائیگی، ثانیاً وہ سامان شعبۂ اسٹور کو باضابطہ طور پر واپس ہوگا، ثالثاً حسبِ ضابطہ کسی دوسرے شعبہ یا شخص کو منتقلی کی کارروائی ہوگی۔

فروختگیٔ سامان:

کوئی ناظم شعبہ اپنی تحویل میں موجود سامان خود فروخت نہیں کریگا بلکہ وہ سامان اگرچہ ناکارہ ہوچکا ہو اسٹور میں جمع کرایا جائیگا اور بعد میں ممکنہ داموں میں اس کی فروختگی کی کوشش کی جائیگی۔

صحیح سامان یا نسبۃً کارآمد سامان درج ذیل ضوابط پر عمل کرتے ہوئے فروخت کیا جائیگا۔

(۱) اعلان فروختگی نمایاں جگہوں پر لگایا جائے۔

(۲) سامان کی فروختگی کمیٹی کے ذریعہ ہونی چاہئے۔

(کمیٹی کا تعین محترم مہتمم صاحب خود بھی کرسکتے ہیں یا اپنے اعوان وانصار کے ذریعہ کراسکتے ہیں)۔

(۳) سامان کے کم ہونے، غیر اہم ہونے یا قیمتی نہ ہونے کی صورت میں فروختگیٔ سامان کے

بارے میں کمیٹی خود مختار بھی بنائی جاسکتی ہے، بصورتِ دیگر محترم مہتمم صاحب کی منظوری لازم ہوگی۔

(۴) اجازت کے ضروری ہونے کی صورت میں جس پارٹی کی جانب سے سب سے زیادہ قیمت کی پیشکش ہوگی اس کے بارے میں کمیٹی فروختگی کی سفارش کریگی۔

(۵) سامان کی فروختگی میں ادارے کے متعلقہ اساتذۂ کرام اور کارکنان کو امکانی طور پر ترجیح دیجائے۔

(۶) فروختگی کی رقم ادارے کے استقبالیہ / دفترِ زکوٰۃ وصدقات کی چالان بک کے ذریعے وصول کی جائیگی۔

چالان بک کا ایک نمونہ:

ادارہ کا نام

فون نمبر .................... جلد نمبر ....................

فیکس .................... رسید نمبر ....................

چالان بک

تاریخ .................... سنہ ۱۴ھ مطابق .................... سنہ ۲۰ء

جناب .................... صاحب دامت فیوضہم

پتہ .................... فون رہائش / دفتر ....................

| نمبر شمار | تفصیل اشیاء | مقدار | نرخ | رقم (روپے) |
|---|---|---|---|---|
| | | | | |
| رقم (عبارت میں) | | | رقم (ہندسوں میں) | |

دستخط خرید کنندہ .................... دستخط محصل ....................

(۷) چالان بک کا حوالہ اسٹاک رجسٹر میں درج کیا جائیگا۔

(۸) حاصل شدہ رقم جلد از جلد محاسبی میں جمع کر کے جمع کرانے کا ثبوت حاصل کیا جائیگا۔

مثلاً درج ذیل ایسی رسید کی صورت میں ................

شعبہ حسابات

ادارہ کا نام

کیش رسید نمبر ................ شعبہ ................................

تاریخ ........................

مبلغ ............ روپے مبلغ ................................ روپے
(ہندسوں میں) (عبارت میں)

بابت ....................................................................

جناب ........................دامت فیوضہم سے نقدر بصورت چیک نمبر ................

وصول پائے۔

کیشئر
................................

شعبۂ حسابات یہ رسید استقبالیہ کی جانب سے جمع کرائی جانے والی رقوم پر جاری کریگا خواہ یہ رقم استقبالیہ میں زکوٰۃ وصدقات وعطیات کی صورت میں آئی ہوں یا کسی چیز کو چالان کے واسطہ سے فروخت کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوئی ہوں۔

فروختگیٔ طعام ٹوکن:

بہت سے مدارس میں اساتذہ وکارکنان کو طعام مفت دیا جاتا ہے، گویا ایسی صورت میں وہ ملازمت کی مراعات کا حصہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ معاہدۂ ملازمت کے وقت مراعات کے ذیل میں اس کی تصریح کردیجائے تاکہ استاذ وکارکن کا طعام وغیرہ لینا بے غبار ہو۔

بعض مدارس میں اساتذہ اور کارکنان کو طعام وغیرہ خریدنا ہوتا ہے یہ صورت زیادہ احتیاط والی ہے۔ (خریدے جانے کی میں صورت میں رعایتی قیمت پر خریدنے کا حق حاصل ہونا مراعات کا حصہ ہوگا)۔

بہرحال فروخت کی صورت میں طعام کے یا روٹی، سالن، دال سبزی کے ٹوکن ہونے چاہئیں۔

اس نظم میں درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

(۱) طعام ٹوکن خریدنے کا حق غیر امدادی طلبہ، اساتذۂ کرام، کارکنانِ ادارہ یا اس شخص کو ہوگا جس کو مہتمم اجازت دے۔

(۲) مصلحت کے خلاف نہ ہو تو طلبہ کو مہمان کیلئے ٹوکن خریدنے کا حق بھی تحدید کیساتھ دیا جاسکتا ہے۔

(۳) طعام ٹوکن اسٹور سے خریدے جائیں گے۔

(۴) اسٹور طعامی ٹوکن شعبہ حسابات سے حاصل کریگا۔

(۵) ٹوکن کی فروخت سے حاصل شدہ رقم استقبالیہ یا دفترِ حسابات میں جمع کرا کر باضابطہ رسید حاصل کی جائیگی، ان رسیدات کو اسٹور کے ریکارڈ میں رکھا جائیگا۔

جاری ہے .......

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

# آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں.................... (ادارہ)

سوال: موبی کیش اکاؤنٹ کھلوانے اور اس پر ملنے والے فری منٹس کا کیا حکم ہے؟

جواب: موبی کیش اکاؤنٹ میں جو رقم جمع کرائی جاتی ہے اس کی شرعی حیثیت قرض کی ہے، اس پر جو مشروط فری منٹس اور ایس ایم ایس ملتے ہیں، وہ قرض پر طے شدہ نفع ہے، اور قرض پر طے شدہ نفع دینا سود ہے جو حرام ہے اس لئے مذکورہ فری منٹس اور ایس ایم ایس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔ معرفۃ السنن والآثار۔ للبیھقی، (۸:۱۷۳) رد المحتار (۵:۱۶۶) تبویب (۱۵/۱۶۰۱)

سوال: میری بہن بیرون ملک آئرلینڈ میں کرائے کے مکان میں رہائش پزیر ہے۔ کافی عرصے سے اپنا مکان خریدنے اور بنانے کے لئے رقم جمع بھی کررہی ہے اور تقریباً پچھتر فیصد رقم جمع ہو چکی ہے۔ کیا بیرون ملک رہتے ہوئے کسی بینک سے بقیہ پچیس فیصد رقم قرض لے کر گھر خریدنا اور اس کی تعمیر کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: جس طرح کسی اسلامی ملک میں سودی قرض لینا جائز نہیں، مفتیٰ بہ قول کے مطابق کسی غیر مسلم ملک میں بھی بینک سے سودی قرض لینا اور انہیں سود ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر وہاں کوئی غیر سودی بینک ہو جو کسی مستند عالم دین کے زیر نگرانی وزیر مشاورت معاملات انجام دیتا ہو اور آپ کو ان عالم دین کے علم و دینداری پر اعتماد بھی ہو تو آپ اس بینک سے مالی معاملات کر سکتے ہیں۔

سوال: ایک شخص ذہنی مریض ہے اور وہ ہر وقت وسوسوں کا شکار رہتا ہے اور ذہن میں عجیب وسوسے آتے رہتے ہیں جن سے رشتہ ٹوٹ سکتا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے کہ اللہ نہ کرے کہ کہیں یہ

باتیں زبان سے نہ نکل جائیں اسی طرح اگر غلطی سے اپنی بیوی کو ماں یا بہن کہہ دے حالانکہ اس کا کوئی غلط ارادہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

**جواب:** بیوی کو ماں بہن کہنا غلط ہے، لیکن اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ، اس لئے جو شخص پریشان ہوکر وسوسوں کا شکار ہوگیا ہے، اس کو چاہئے کہ وہ پریشان نہ ہو۔ اگر اس کی زبان سے غلطی سے بیوی کے لئے ماں یا بہن کا لفظ نکل بھی جائے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی ۔ وسوسوں کا علاج یہ ہے کہ اس کی طرف کوئی توجہ نہ دے ۔ وسوسے اگر ذہن میں آ بھی جائیں تو ان کو کوئی اہمیت نہ دے ، بلکہ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَحْضُرُوْنِ(المؤمنون :۹۷، ۹۸) کی دعا کرلیا کرے اور ایسے موقعہ پر اعوذ بالله کا ورد کرے۔ نیز سورۂ ناس کی تفسیر کا مطالعہ کرکے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا تین تین بار اپنے اوپر دم کرلیا کرے۔

**سوال :** ہماری لاہور میں ایک مینوفیکچرنگ کمپنی ہے جہاں کپڑا اور گارمنٹس بنائے جاتے ہیں۔ ہماری کمپنی میں ہزاروں لوگ ملازمت کرتے ہیں، معمول کے مطابق کمپنی میں نئے لوگ بھی آتے رہتے ہیں اور پرانے ملازمین بھی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ الحمدللہ ہماری کمپنی لیبر اور مزدوروں سے متعلق عالمی قوانین کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوانین کی بھی مکمل پابندی کرتی ہے۔ پاکستان کے لیبر قانون میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ جس سال بھی کمپنی کو منافع ہوگا تو اس منافع کا کچھ حصہ مثلاً 05 فیصد اپنے ملازمین میں ماہانہ تنخواہ کے علاوہ تقسیم کرے گی جس کے لئے قانون میں ایک خاص اصطلاح استعمال کی جاتی ہے یعنی ورکرز پرافٹ پارٹیسپیشن فنڈ (Workers Profit Participation Fund) البتہ اس قانون کے تحت اس منافع کے حصول کے لئے اس کمپنی میں کم از کم تین ماہ کی ملازمت درکار ہوتی ہے سال کے بعد جب منافع کا تعین ہوتا ہے اور اس کی تقسیم کی باری آتی ہے تو بہت سے ایسے ورکرز بھی ہوتے ہیں جو کمپنی چھوڑ چکے ہوتے ہیں اور ان کا بھی اس منافع میں حصہ ہوتا ہے، ہم ان کو تلاش کرکے ان کی امانت ادا کردیتے ہیں لیکن حال میں ہی ہمارے سامنے منافع کی ایسی رقم آئی جس کا تعلق گذشتہ چند سالوں سے ہے، ان گزشتہ سالوں میں کافی بڑی تعداد میں لوگ آئے بھی اور چھوڑ کر بھی گئے ،اب مسئلہ یہ ہے کہ ان چھوڑ کر جانے والے ورکرز تک رسائی مستقل کوشش کے باوجود نہیں ہو پارہی ، ہم نے

ان کے اس منافع والی رقم کو محفوظ رکھا ہوا ہے، اگر کوئی ان میں سے آتا ہے تو ہم اس کو اس کا حصہ دیے دیتے ہیں لیکن ابھی بھی ایک کثیر تعداد میں ورکرز ہیں جن سے رابطہ کی کوئی ممکن صورت نہیں بن پا رہی ۔آپ سے درخواست ہے کہ اس منافع کی رقم کے بارے میں رہنمائی فرمائیں کہ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ آیا ہم اس رقم کو فلاحی اور رفاہی کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس رقم کو موجودہ ورکرز کی فلاح و بہبود میں خرچ کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ورکرز پرافٹ پارٹی سپیشن فنڈ (WPPF) کی مد میں کمپنی کے منافع میں سے جو مخصوص حصہ اپنے ملازمین کو دینے کے لئے کمپنی قانونی طور پر پابند ہے وہ شرعاً اجرت ہی کا حصہ ہے، اور اس پر اجرت کے احکام جاری ہوں گے لہٰذا یہ رقم کمپنی کے ذمے مذکورہ لوگوں کا دَین ہے اور اس کی ادائیگی کمپنی پر لازم اور ضروری ہے لہٰذا اولاً تو یہ ضروری ہے کہ ادائیگی اپنے وقت پر کردی جائے اور تاخیر سے اجتناب کیا جائے ،لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو کمپنی مذکورہ رقم اس کے مالکان یا مالکان کے انتقال کر جانے کی صورت میں مالکان کے ورثاء تک پہنچا دے ، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے تو کمپنی واجب الاداء رقم کے بقدر صدقہ کر دے ، اور یہ صدقہ کسی خیراتی ادارے میں بھی کیا جاسکتا ہے، اور موجودہ ملازمین میں جو مستحقِ زکوۃ ہوں ان کی فلاح و بہبود میں بھی خرچ کیا جاسکتا ہے ۔(ماخذہ: تبویب نمبر ۱۴۳۸/۹۹، نوادر الفقہ ص ۱۰۶ ج ۲، تبویب نمبر ۱۳۵۶/۷۵)

## ایمان کی حلاوت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی تم میں سے کوئی بری اور خلاف شرع بات دیکھے تو لازم ہے کہ اگر طاقت رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ سے (یعنی زور اور قوت سے) اس کو بدلنے کی (یعنی درست کرنے کی) کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اپنی زبان ہی سے اس کو بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل ہی سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔ (مسلم۔ معارف الحدیث)
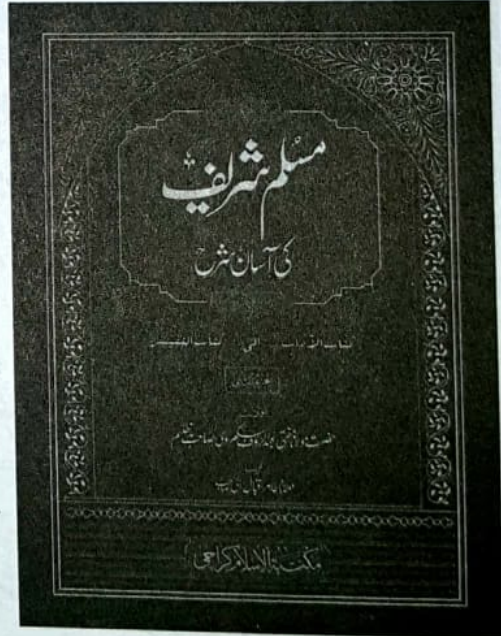
مولانا محمد راحت علی ہاشمی

# جامعہ دار العلوم کراچی کے شب و روز

## طلبہ سے خطاب

۷/محرم الحرام/۱۴۳۹ھ: شب جمعرات میں جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم العالی نے طلبہ سے خطاب فرمایا، طلبہ سے حضرت والا کا یہ خطاب ان کی تربیت کے لئے اور ان کے معمولات کی بہتر ترتیب قائم کرانے کے لئے نہایت مؤثر اور مفید ہوتا ہے، طلبہ کو بھی حضرت والا کے بیان کا اشتیاق رہتا ہے حضرت والا کے مشاغل، اعذار وغیرہ کی وجہ سے اگر اس میں دیر ہو جائے تو حضرت والا مدظلہم سے طلبہ اس اصلاحی و تربیتی بیان کی درخواست کیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت والا مدظلہم کا سایۂ عاطفت صحت و عافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھیں اور تمام طلبہ واساتذہ کرام کو ان کی نصیحتوں پر عمل کی توفیق عطا فرماتے رہیں۔ آمین۔ اس تربیتی خطاب کے چند نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ دین کا آغاز، اقراء باسم ربک الذی خلق . الخ سے ہوا، پڑھنا پڑھانا ہی ہمارے دین کی بنیاد ہے، سب سے زیادہ اہمیت وفضیلت کا کام تعلیم و تعلم ہے جس دین کا علم مٹ جائے وہ دین بھی مٹ جایا کرتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین، اور قرآن کریم قیامت تک کے لئے ہے اور اس کی حفاظت خداوند کریم کی طرف سے ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تین کاموں میں لگے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کرام کو ان تینوں کاموں میں لگا کر تشریف لے گئے، تعلیم و تعلم، دعوت و تبلیغ، غزوات و جہاد، آپ جانتے ہیں کہ دعوت و تبلیغ کے کام کا سلسلہ بھی "یا ایھا المدثر قم فانذر" کا حکم آجانے کے بعد شروع ہوا اور غزوات کا سلسلہ ہجرت کے بعد جاری ہوا۔ تبلیغ کا کام بھی ہمارا کام ہے، تبلیغ والے حضرات بھی ہمارا ہی کام کر رہے ہیں، مجاہدین بھی ہمارا کام کر رہے ہیں، جو صحیح جہاد کر رہے ہیں، البتہ اسلام کا نام لے کر غیر شرعی انداز سے جو دہشت گردی ہو رہی ہے یہ جہاد کو بدنام کرنے کی سازش ہے جو دشمنان اسلام نے اپنے ایجنٹ پھیلا کر بے گناہوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کرانے

کے ذریعہ کررکھی ہے، یہ عبادت نہیں ہے۔اسی لئے اولین ضرورت دین کے علم کی ہے اگر قرآن وحدیث محفوظ نہ رہے تو تبلیغ کس چیز کی ہوگی، علم صحیح محفوظ نہ ہوگا تو جہاد کیسے ہوگا، اس لئے علم کی ضرورت زیادہ ہے، دین کی حفاظت کا مدار دین کے علوم کی حفاظت میں ہے اسی لئے علما کو وارث انبیاء قرار دیا ہے۔اللہ رب العالمین نے آپ کو اس اہم اور افضل کام میں لگایا ہے اس کی قدر کیجئے۔

اگر اخلاص کے ساتھ اس میں لگے رہے تو آپ کا سارا وقت عبادت بن جائے گا، کھانا، پینا، کھیلنا، سونا سب اللہ کے لئے ہوجاتا ہے کیونکہ فرض منصبی کی ادائیگی کے لئے ہی یہ سب ذرائع ہیں بس اپنی نیت ٹھیک رکھئے کہ جو کچھ کریں گے اللہ کی رضا کے لئے کریں گے۔

۲۔۔اللہ تعالیٰ نے دینی مدارس کو علم وتربیت کا مرکز بنایا ہے، یہاں ایک خاص برکت رکھی ہے، دیکھئے کتنی زبانوں کے بولنے والے یہاں جمع ہیں اور سب بھائیوں کی طرح اور ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہیں اور اپنے اوقات پڑھنے میں لگاتے ہیں، طلبہ اپنے ساتذہ کے لئے جان دینے کو تیار ہوتے ہیں کیونکہ اساتذۂ کرام نے بھی انہیں کے لئے اپنی جان لڑادی ہے، ان دینی مدارس میں یہ باہمی احترام ومحبت کی فضاء یہاں پڑھائے جانے والے قرآن وحدیث کی برکت کا اثر ہے۔یہ قابل شکر ہے۔

۳۔۔۔والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انتقال سے ۹ ماہ پہلے انتظام میرے سپرد فرمایا، الحمدللہ پینتالیسواں سال چل رہا ہے، میرا اب تک کا تجربہ یہ ہے کوئی بھی کام ہو پیسے کی کمی کی وجہ سے نہیں رکا، ہمارا شوق بھی تھا کہ ہم لوگوں کو بتائیں گے کہ دینی ادارہ کیسا ہوتا ہے، اس زمانہ میں تعلیم اور اس کے ادارہ کا نمونہ کیسا ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا طلبہ کے لئے ہر طرح کے بہتر سے بہتر انتظامات میسر آتے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کے جامعہ کو ایک چھوٹا سا اسلامی شہر بنادیا ہے، جرمنی کے قونصلر جنرل ایک بار یہاں آئے تو بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے اب تک ایسا ادارہ پاکستان میں نہیں دیکھا، اب ذوق بدل گیا ہے، لوگ یہی چاہتے ہیں کہ عمارت صاف ستھری اچھی طرح بنی ہوئی ہو، طلبہ کو کھانا اچھا کھلایا جائے، چندہ دینے والوں کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے۔چنانچہ ہم نے بھی عصری ذوق کا خیال رکھتے ہوئے تعمیرات کا کام کرایا، طلبہ کی سہولتوں کا انتظام کرایا اور الحمدللہ جب جتنی ضرورت ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام فرمادیا، جتنا خرچہ بڑھا آمدنی اس سے بڑھ گئی کیونکہ یہ سب کام

دین کے لئے اور دین کی عظمت کے لئے تھے اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، من کان للہ کان اللہ له

یہ ساری سہولتیں یہ سارے انتظامات اسی لئے ہیں کہ یہاں پڑھنے والے دل جمعی کے ساتھ دین کا علم اور دین کی تربیت حاصل کریں ہم ان آنے والے طلبہ کو اپنا سرمایہ سمجھتے ہیں، ہم نے ان کو اپنی آخرت کے لئے تیار کیا ہے۔ ہمیں طلبہ سے محبت ہے، ہمارے والد ماجد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے طلبہ کے ساتھ زندہ رکھے انہی کے ساتھ میرا حشر ہو، یہ بات ایک مسنون دعا سے ہی ماخوذ ہے

اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین

۴۔۔دین صرف نماز پڑھنے ہی کا نام نہیں ہے۔ دین کے پانچ شعبے ہیں عقائد عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت۔

معاشرت کا مطلب ہے مل جل کر زندگی گزارنا یہاں رہتے ہوئے آپ اسلامی آداب کو اپنانے کی کوشش کریں، دین پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسے سیکھنے کی بھی کوشش کریں، کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچائیں، گندگی نہ پھیلائیں، ہر کام ترتیب اور انتظام سے کریں، نظفوا افنیتکم اور المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده کے مبارک الفاظ پیش نظر رکھیں، اس حدیث شریف میں المسلمون کا لفظ عام حالات کے اعتبار سے ہے کیونکہ مسلمان مسلمانوں ہی میں رہتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کافر کو ستانا جائز ہے۔ کافر کو بھی معاشرتی زندگی میں تکلیف پہنچانا جائز نہیں، یہ بھی ایسا ہی ممنوع ہے جیسے مسلمانوں کو تکلیف دینا ممنوع ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی معاشرت ایسی ہوتی تھی کہ لوگ ان کا طرز معاشرت دیکھ کر مسلمان ہوئے تھے، آپ بھی اپنی زندگی ایسے گذاریں کہ لوگ دیکھ کر خوش ہوں کہ دینی طلبہ ایسے ہوتے ہیں۔

سہ ماہی امتحانات

رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی ہدایت کے مطابق تعلیمی سال ۳۹۔۱۴۳۸ھ کے سہ ماہی امتحانات کی ترتیب درج ذیل ہوگی:

امتحانات سہ ماہی

وقفہ برائے تیاری امتحان: بروز بدھ، جمعرات غالباً ۴، ۵؍صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۶/۲۵؍اکتوبر ۲۰۱۷ء

تعطیل بروز جمعہ غالباً ۶ / صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۷ / اکتوبر ۲۰۱۷ء

دورانیہ امتحان: از بروز ہفتہ بتاریخ غالباً ۷ / صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۸ / اکتوبر ۲۰۱۷ء

تا بروز ہفتہ بتاریخ غالباً ۱۴ / صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۴ / نومبر ۲۰۱۷ء

پرچہ جانچنے کی مہلت: بروز اتوار، پیر، منگل غالباً ۱۵، ۱۶، ۱۷ / صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۵ م ۶ م ۷ / نومبر ۲۰۱۷ء

آغاز تعلیم: بروز بدھ غالباً ۱۸ / صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۸ / نومبر ۲۰۱۷ء

## جلسہ تقسیم انعامات

۲۱ / ۱ / ۱۴۳۹ھ: جامعہ دار العلوم کراچی کے تعلیمی شعبوں کے سالانہ امتحانات بابت ۱۴۳۸ھ میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات دینے کے لیے ایک جلسۂ انعامات رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی صدارت میں ''جامع مسجد دار العلوم'' میں منعقد کیا گیا، اس موقع پر جامعہ دار العلوم کراچی کے مرکز کورنگی کے شعبہ دار القرآن، درس نظامی، تخصصات، مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ، حراء فاؤنڈیشن اسکول کے طلبہ واساتذہ شریک ہوئے جبکہ مدرسۃ البنات کے شعبہ درس نظامی اور شعبہ مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ اور حراء فاؤنڈیشن اسکول کی طالبات مدرسۃ البنات کے احاطہ میں منعقدہ جلسہ میں شریک رہیں۔

نیز جامعہ دار العلوم کراچی کی شاخ بیت المکرّم، شاخ نانک واڑہ، اور محمدی مسجد کے طلبہ واساتذہ بھی اپنی شاخوں کے مستحقِ انعام طلبہ کے ہمراہ تشریف لائے اسی طرح جامعہ دار العلوم سے ملحقہ مکاتب قرآنیہ کے مستحق انعام اپنے دیگر رفقاء اور اساتذۂ کرام کے ساتھ شریک رہے۔

تمام مستحقین انعام طلبہ کو مختلف دینی کتابیں، سندِ انعام اور حسبِ ضابطہ نقد رقوم و پارچہ جات انعام میں دیئے گئے۔ قرآن کریم کے مرکز کورنگی، شاخوں اور ملحقہ مکاتب کے درجات حفظ وناظرہ مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ اور حراء فاؤنڈیشن اسکول کے طلبہ میں انعامات حضرت مولانا افتخار احمد صاحب حفظہ اللہ کے ہاتھ سے دلوائے گئے جبکہ درس نظامی اور تخصص فی الافتاء، تخصص فی الدعوۃ والارشاد، تخصص فی القراءات کے طلبہ کو انعامات حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے دلوائے گئے۔

پورے جامعہ کی سطح پر پوزیشن لینے والے طلبہ، پہلی بار پوزیشن والے طلبہ نیز وفاق المدارس میں ملکی سطح پر پوزیشن لینے والے طلبہ اور وفاق المدارس کے امتحانات میں صوبائی سطح پر پوزیشن لینے والے سعادت مند طلبہ کو خصوصی انعامات حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے اپنے دست مبارک سے عنایت فرمائے۔

اس موقع پر حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے مختصر خطاب بھی فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے جذبات مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا جن طلبہ کو انعامات ملے ہیں اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں یہ ان کے اساتذہ کا ان پر اعتماد کا مظہر ہے اور جو طلبہ گذشتہ امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل نہ کرسکے وہ اب مزید کوشش کریں۔ آخر میں حضرت والا نے طلبہ اور حاضرین کو دعاؤں سے نوازا اور حسب معمول شام کے تعلیمی اوقات کی چھٹی کا اعلان فرمایا، آپ کی دعا پر یہ جلسہ اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا مدظلہم کا سایۂ عاطفت سلامت رکھیں اور تمام طلبہ اور خدام کو حضرت کی رہنمائی اور ہدایات کے مطابق تعلیم وتربیت کے تقاضوں کو بحسن وخوبی پورا کرنے کی توفیق اور سلیقہ مرحمت فرماتے رہیں، اور جامعہ کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھیں اور اس کے ہر شعبہ کو خیر وبرکت، ترقی وکمال عطا فرمائیں۔ آمین۔

جلسۂ انعامات کے انتظامات حضرت مولانا رشید اشرف صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے بحسن وخوبی انجام دیئے، ان کے ساتھ دیگر اساتذہ حسب ضرورت معاونت کرتے رہے۔ انعامات کی تیاری کا نظم مولانا محمد یونس صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں انجام پایا، اور اس موقع پر بیرونی شاخوں اور مکاتب سے آنے والے طلبہ واساتذہ کے کھانے کا نظم حضرت مولانا افتخار احمد صاحب اعظمی اور جناب مہتاب عالم صاحب نے اپنے کارکنان کے تعاون سے قائم کیا جبکہ کھانا کھلانے کے لیے نشستوں اور برتنوں کا انتظام جناب قاری عبدالرحمٰن انصاری صاحب حفظہ اللہ، جناب قاری عبدالمتین صاحب کی نگرانی میں ہوا، ان کے ساتھ دیگر اساتذۂ شعبہ حفظ حسب موقع معاونت فرماتے رہے۔

طلبہ کو منظم رکھنے اور دارالاقامہ اور دیگر مقامات سے مسجد میں جمع ہونے کی نگرانی کا عمل حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ، اور دیگر قیم حضرات کے تعاون سے انجام پایا، بفضلہ تعالیٰ اس جلسہ کے تمام کاموں میں مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ جامعہ کے دیگر شعبوں میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے تعاون سے حصہ لیا اور سب کی اجتماعی کاوشوں اور اکابر کی دعا وتوجہات سے یہ اجتماع، بارونق اور بابرکت طریقے پر

اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس پوری کارروائی کو قبول فرمائیں۔ طلبہ کے لیے نافع فرمائیں اور جامعہ کے تعلق رکھنے والوں کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

## اسفار نائب رئیس الجامعہ

۱۲ر شوال ۱۴۳۸ھ / ۷ر جولائی ۲۰۱۷ء: نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم حضرت رئیس الجامعہ کے ساتھ براستہ دبئی بیروت تشریف لے گئے جہاں آپ نے مولانا نعیم اشرف صاحب، ناظم شعبہ موسوعۃ الحدیث کے ہمراہ "المدونۃ الجامعۃ للأحادیث المرویۃ عن النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم" کی پہلی جلد کی اشاعت کے لئے دارالقلم دمشق کے ساتھ دارالعلوم کراچی کا معاہدہ کیا، اور ڈاکٹر حمور صاحب منتظم اعلیٰ گائیڈنس فائنانس نے ان کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا جس میں لبنان اور دمشق کے سربرآوردہ علماء شریک ہوئے جن میں بقاع کے مفتی شیخ خلیل المیس بھی شامل تھے۔ اس اجتماع میں نائب رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے تدوین حدیث کے سلسلے میں دارالعلوم میں ہونے والے کام اور "المدونۃ الجامعہ" کا تعارف فرمایا۔ تمام حاضرین نے اس اہم کام کو حدیث پاک کی عظیم خدمت قرار دیا، اور اس کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ بیروت کے چھ روزہ قیام کے دوران الحمدللہ "المدونۃ الجامعہ" کی طباعت واشاعت کے مختلف مراحل انجام پا گئے۔ اور طباعت کا آغاز ہوگیا۔ قیام کے دوران لبنان کے متعدد شہروں بالخصوص بقاع بھی جانا ہوا۔ اور ۱۳ر جولائی کو بفضلہٖ تعالیٰ براستہ دبئی بخیریت واپسی ہوئی۔ اس سفر میں نائب رئیس الجامعہ کے صاحبزادے استاد حدیث جامعہ دارالعلوم کراچی مولانا عمران اشرف عثمانی صاحب مدظلہ بھی ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی کی حدیث کے سلسلہ میں ہونے والی اس عظیم الشان خدمت کو قبول فرمائیں اور امت کے لئے نافع بنائیں۔ آمین۔

۲۰ر ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ / ۱۲ر ستمبر ۲۰۱۷ء: نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم آج بحرین کے سفر پر روانہ ہوئے جہاں آپ نے اگلے دن مصرف ابوظبی الاسلامی کی ھیئۃ الرقابۃ الشرعیہ کے اجلاس کی صدارت فرمائی اور ۲۲ر ذوالحجہ کو بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت واپسی ہوئی۔

۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ / ۲۱ر ستمبر ۲۰۱۷ء: نائب رئیس الجامعہ دامت برکاتہم بحرین تشریف لے گئے جہاں آپ نے المجلس الشرعی کے اجلاس کی صدارت فرمائی اور ۲۴ر ستمبر مطابق یکم محرم واپس تشریف لے

آئے۔

۲۹/ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ/۲۱/ستمبر ۲۰۱۷ء: نائب رئیس الجامعہ دامت برکاتہم آج کراچی سے جدہ کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ نے اگلے دن البنک الاسلامی للتنمیہ کی ھیئۃ الرقابۃ الشرعیہ کے اجلاس میں شرکت فرمائی، اور شام کو عمرہ ادا کیا، اور دو دن مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد ۲۱ محرم مطابق ۱۲/اکتوبر کو بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت واپسی ہوئی۔

## دعائے صحت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے بعض اساتذہ کرام بالخصوص اکابر اساتذہ کرام، طلبہ اور کارکنان مختلف بیماریوں میں مبتلا ہیں ان سب کی صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

# عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لاَ یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَءَ ۃٍ وَلاَ تُسَافِرَنَّ اِمْرَئَۃٌ اِلَّا وَمَعَھَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُکْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَۃِ کَذَا وَکَذَا وَخَرَجَتْ اِمْرَءَ تِیْ حَاجَّۃً قَالَ اِذْھَبْ فَاحْجُجْ مَعَ اِمْرَءَ تِکَ

ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت کے پاس تنہائی میں نہ رہے ۔اور ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لئے نکل چکی ہے (چونکہ یہ جہاد فرض عین نہیں تھا اس لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

# نقد و تبصرہ

**تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے**

**تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں**

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | ............ | مقالاتِ گیلانی |
| افادات | ............ | حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ |
| نام مرتب | ............ | سید حافظ اکبر شاہ بخاری زید مجدہم |
| ضخامت | ............ | ۳۵۰ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں۔ |
| ناشر | ............ | مکتبہ عمر فاروق 4/491، شاہ فیصل کالونی کراچی |

صاحب افادات حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ و مربی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ:

"مناظر احسن کے سارے مناظر احسن ہیں"

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "النبی الخاتم" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ مناظر اسلام، متکلم ملت اور سلطان القلم کے قلم کی روانی اسلام کی محافظت میں تیغ رانی کا کام دیتی ہے،"

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مولانا گیلانی کی تصنیف کو اسلوب نگارش اور ربط تحریر کے لحاظ سے نہیں، بلکہ اس نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیے کہ ان میں علوم وحقائق اور استنباط واستخراجِ مسائل کا کس قدر گراں بہا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے"۔

آپؒ کی پہلی کتاب "ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ" دیکھ کر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا تھا کہ:

"اس کتاب کا مؤلف آئندہ چل کر عظیم محقق ثابت ہوگا"۔

مذکورہ بالا تأثرات زیر نظر کتاب کے شروع میں درج کیے گئے مختصر سوانح سے لئے گئے ہیں جن سے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے مقام بلند کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے تھے، آپ کا علم و فضل اور زہد و تقوی مسلم تھا، ساری عمر تدریس و تبلیغ اور تصنیف و تالیف میں گذری، متعدد تصانیف اور سینکڑوں مقالات و مضامین منظر عام پر آئے۔

زیر تبصرہ کتاب میں حضرت مولانا گیلانی مرحوم کے متعدد علمی و تحقیقی مقالہ جات شائع کردیئے گئے ہیں جن کا مطالعہ علمی و ادبی ذوق کے لئے باعث تسکین ہے۔ امید ہے کہ اہل علم ان سے ضرور استفادہ فرمائیں گے۔

(ابومعاذ)

نام کتاب ............ مشاہدات وتأثرات

تالیف ............ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم

ضخامت ............ ۳۲۸ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر ............ مکتبۃ الایمان کراچی۔03323552382

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے رئیس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر اور اب وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے باضابطہ صدر بھی منتخب ہوگئے ہیں، عالم اسلام کی چند عظیم شخصیات پر آپ نے جو مضامین تحریر فرمائے اور مختلف علماء کرام کی شہادتوں پر حضرت نے جو بیانات فرمائے وہ سب مذکورہ کتاب میں شائع کردیئے گئے ہیں۔ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر بھی دو مقالے شامل کتاب ہیں۔

تمام مقالات و مضامین قابل قدر اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولائے کریم حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے افادات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ابومعاذ)

نام کتاب ............ بچے۔ حقوق و احکام

نام مؤلف ............ محمد نعمت اللہ قاسمی

ضخامت ............ ۳۹۶ صفحات ۔مناسب طباعت ۔عام قیمت ۔ =/200 روپے

ناشر ............ زمزم پبلشرز ،شاہ زیب سنٹر ،اردو بازار کراچی

شریعت اسلامیہ میں جس طرح مکلفین یعنی عاقل وبالغ مردوں اور عورتوں کے احکام تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اسی طرح نابالغ بچوں اور بچیوں سے متعلق ہدایات بھی دین متین میں بڑی جامعیت کے ساتھ موجود ہیں ۔کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کا علم رکھنے والے حضرات اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے بچوں کے حقوق واحکام پر خاص توجہ فرمائی ہے ۔اس لئے جس طرح بڑی عمر کے خواتین وحضرات سے متعلق تعلیمات شرعیہ سے واقف ہونا ضروری ہے ،اسی طرح نومولود اور چھوٹی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں سے متعلق شرعی ہدایات کا علم حاصل کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

الحمدللہ، اس وقت جو کتاب ہمارے سامنے ہے وہ بچوں کے حقوق واحکام پر مفصل کتاب ہے۔اس میں پیدائش سے لے کر بلوغ تک کے تمام مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے ،ختنہ ،عقیقہ ،طہارت ونجاست ، نماز ، جنازہ وتدفین ، حج ،نکاح ،طلاق وغیرہ عنوانات کے تحت تفصیلات ،نصوص ،آثار اور فقہی حوالہ جات کی روشنی میں سلیقے سے جمع کی گئی ہیں ۔ فقہ حنفی کے ساتھ دوسرے مسالک کے نقطۂ نظر کو بھی حسب ضرورت بیان کیا گیا ہے۔

بہر حال یہ ایک جامع کتاب ہے جس کا مطالعہ اہل علم کے ساتھ ساتھ عام قارئین کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ (ابو معاذ)

## شیطانی وساوس اور خیالات سے حفاظت کے لئے

ہر انسان کو اپنی زندگی میں بہت سے وسوسے اور بُرے بُرے خیالات آتے ہیں۔جب تک وہ انسان کو کسی گناہ میں مبتلا نہ کریں، ان سے گھبرانا نہیں چاہیئے، اور یہ دعا بکثرت کرنی چاہیئے۔

رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ
وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ

اے میرے پروردگار! میں شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں سے آپکی پناہ مانگتا ہوں، اور میرے پروردگار! میں اس بات سے بھی آپکی پناہ مانگتا ہوں کہ یہ شیاطین میرے پاس آئیں۔

حج مبارک
حاجیوں اور انکے اہل خانہ کیلئے خوشخبری
عزیز و اقارب کو دینے کیلئے
ہدیہ جات اور تحائف کی مکمل ورائٹی
SUNDAY OPEN
ہفتے کے ساتوں دن
سوغاتِ حرمین
آب زم زم کی خالی بوتلیں
کھجوریں
جاء نماز
تسبیح
ٹوپیاں
عطریات
مسواک
پیکنگ ٹرے
گفٹ باکسز
پیکنگ میٹریلز
کنفیکشنری
اور بہت کچھ
قیمتی زرمبادلہ بچائیے اور اپنی کرنسی میں خریداری کیجئے
کٹنگ ساتھ لائیں اور ڈسکاؤنٹ حاصل کریں
اتوار بھی کھلا رہے گا
بچت غریبوں کے علاج پر خرچ کی جاتی ہے
پاکستان کا سب سے بڑا احرام اسٹور
تشریف لائیے
عالمگیر احرام ھاؤس
عالمگیر ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل
کراچی
عالمگیر روڈ، بہادر آباد | 111-153-153 | اسلام آباد G-10 مرکز، سواں روڈ
email: info@alamgirwelfaretrust.com.pk
www.facebook.com/alamgirahraamhouse
تکافل اخوت، باہمی تعاون وتناصر پر مبنی مروجہ انشورنس کا جائز و متبادل طریقہ ہے جس میں نہ صرف فیملی کے مالی مسائل کو شریعت کے اصولوں کی روشنی میں حل کیا جاتا ہے بلکہ سرمایہ کو کارآمد بناتے ہوئے مالی خطرات سے ممکنہ تحفظ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ پاک قطر فیملی تکافل اس حوالے سے اپنے اہداف بحسن وخوبی حاصل کرتے ہوئے باہمی تعاون اور اخوت کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔
پاک قطر فیملی تکافل
تعاون میں بہتری کے ساتھ
UAN: (021) 111-TAKAFUL (825238)
Ph: (92 21) 34311747-56 Fax: (92 21
www.pakqatar.com.pk
familytakaful@pakqatar.com.pk